تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

ذرا آیئے! ہم اور آپ مل کر خود اپنا اپنا حساب کر لیں

ہمارے سردار و آقا ﷺ (جس پر خدائے رحمٰن و رحیم کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں) دوسروں سے کام لینے کے بجائے خود دوسروں کے کام کر دیا کرتے تھے، ہم کو بھی ایسی توفیق کبھی نصیب ہوئی؟ حضور ﷺ سب سے نرمی اور محبت کے ساتھ پیش آتے تھے، ہم نے بھی اپنا برتاؤ ایسا رکھا؟ وہ سب کے ساتھ خاکساری و فروتنی برتتے تھے، ہم نے بھی اپنے دل کو جھکایا؟ وہ اپنی مجلس میں کسی کی بدگوئی و شکوہ شکایت کے روادار نہ تھے، ہم نے اپنی زبان کو غیبت و بدگوئی سے کہاں تک باز رکھا؟ وہ دوست و دشمن، اپنے اور بے گانے سب کی خدمت کرنے والے تھے، ہم نے رحمت عالم کی پیروی کی کچھ بھی کوشش کی؟ وہ ہمیشہ کم کھاتے اور بعض اوقات فاقہ بھی فرماتے تھے، ہم بھی اپنی بھوک اور اپنی زبان کے چٹخارہ کو اپنے قابو میں لا سکے ہیں؟ وہ لباس بہت ہی سادہ زیب جسم فرماتے تھے، ہم نے بھی لباس کے تکلفات کو غیر ضروری سمجھنا شروع کیا ہے؟ وہ غریبوں سے میل جول رکھنا پسند فرماتے تھے، ہم کو غریبوں سے زیادہ ملنے میں کچھ تامل تو نہیں ہوتا؟ وہ بجائے نسب و فخر کرنے کے سارا زور حسن عمل اور نیک کرداری پر دیتے تھے، ہم بھی اپنے دلوں میں یہ جذبہ و ولولہ پیدا کر سکے ہیں؟ روپیہ پیسہ کی فکر ان کے پاس تک نہ آتی تھی، ہم بھی اپنے تئیں روپیہ پیسہ کی فکروں سے آزاد کر سکے ہیں؟ ان کا وقت دوسروں کی خیر خواہی و خبر گیری میں صرف ہوتا تھا، ہم نے بھی اپنے وقت کا کچھ حصہ اپنی ذات و تن کی پرورش کے علاوہ کسی کام کے لئے الگ کر رکھا ہے؟

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

سالانہ زر تعاون -/250

۲۵ فروری ۲۰۱۲ء

فی شمارہ =/12₹

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

شمارہ نمبر ۸ | ۲۵ر فروری ۲۰۱۲ء مطابق ۲ ر ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ | جلد نمبر ۴۹

اس شمارے میں

شعروادب		
وداخلاق وکردار یاد آرہے ہیں	مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی	
اداریہ		
حالات کے تقاضے اور ہماری ذمہ داریاں	شمس الحق ندوی	
انسان کامل		
سیرت نبوی کی ایمان افروز جھلک	علامہ سید سلیمان ندویؒ	۵
جاں پرسوز		
اجتماعی مفادات کے ملبے پر ذاتی اغراض کی عمارت تعمیر نہ کریں!	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۷
سخن دلنواز		
درس وتدریس کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہو!	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۲
سچی باتیں		
ربیع الاول کے بعد ہم اپنا جائزہ لیں!	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	۱۵
فیضان نبوت		
انسانی زندگی کی تشکیل میں سیرت نبوی کا حصہ	مولانا محمد خالد غازیپوری ندوی	۲۶
پیغمبر انسانیت		
محسن انسانیت ﷺ کی انسانیت نوازی	محمد وثیق ندوی	۲۰
فقہ و فتوی		
سوال وجواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۲۳
تذکیر وعمل		
امانت کا بلند تصور	سید محمد امین حسنی	۲۳
رپورٹ		
مولانا قاری امیر حسن ؒ کے نیک بندوں میں تھے	....	۲۶
روداد چمن		
تعلیم انسانی زندگی کی تشکیل کرتی ہے	جاوید اختر ندوی	۲۷
اپیل		
اہل خیر حضرات سے	....	۳۲

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی

(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
- مولانا خالد ندوی غازی پوری
- امین الدین شجاع الدین

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007

E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زر تعاون -/250 | فی شمارہ -/12 | ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے -/50$ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques ...

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زر تعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو آپ شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

شعر وادب

وہ اخلاق وکردار یاد آرہے ہیں

مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھیؒ

غلامان سرکار یاد آرہے ہیں ☆ وہ اعوان و انصارؓ یاد آرہے ہیں
جو چون و چرا جانتے ہی نہیں تھے ☆ خدا کے وفادار یاد آرہے ہیں
خدا ان سے راضی وہ راضی خدا سے ☆ محبت کے بیمار یاد آرہے ہیں
ہے خود دین کو ناز جن ہستیوں پر ☆ وہی مجھ کو دیں دار یاد آرہے ہیں
جو پیتے تھے ہر دم شراب محبت ☆ وہی مجھ کو مے خوار یاد آرہے ہیں
مسخر ہوئے جن سے اغیار کے دل ☆ وہ اخلاق و کردار یاد آرہے ہیں
وہ صدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدر ☆ وہ ابرار و اخیار یاد آرہے ہیں
لٹادی خدا کے لئے ساری دولت ☆ وہ امت کے سردار یاد آرہے ہیں
وہ دونور والے رفیق پیمبر ﷺ ☆ وہ عثمانؓ زردار یاد آرہے ہیں
تھے حسانؓ جو عاشق فخر عالم ☆ ہمیں ان کے اشعار یاد آرہے ہیں
میں جنت کو بھی بھول بیٹھا ہوں اب تو ☆ صحابہؓ کے گھر بار یاد آرہے ہیں
محبت صحابہؓ کی پیدا ہو جن سے ☆ وہ اخبار و آثار یاد آرہے ہیں
تڑپنے لگا دل مرا اللہ اللہ ☆ مدینہ کے کہسار یاد آرہے ہیں
وہ حرمین کے رات دن اللہ اللہ ☆ وہ برکات و انوار یاد آرہے ہیں

غلامان احمد ﷺ پہ قربان احمدؔ
حقیقی وہ احرار یاد آرہے ہیں

☆☆☆☆☆

اداریہ

حالات کے تقاضے اور ہماری ذمہ داریاں

شمس الحق ندوی

امت مسلمہ کی باعزت زندگی اور ترقی کے لئے مختلف محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے، عام طور پر ہو یہ رہا ہے کہ ہم اپنے ماضی کے کارناموں، دکھی انسانیت کی خدمت اور بے مثال اخلاقی قدروں، عدل وانصاف، محبت ورواداری کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد امت کی موجودہ بدحالی اور زوال و انحطاط، ذلت ورسوائی، مسکنت وبے کسی اور مظلومیت کا رونا روتے ہیں، اس کو کوستے اور اس کے ناکارہ پن کی باتیں کرتے ہیں، تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا کی پست سے پست قوموں نے جب کمر ہمت باندھی ہے اور آگے بڑھنے اور دنیا کے اسٹیج پر بلند مقام حاصل کرنے کا عزم کیا ہے تو خاموشی کے ساتھ بغیر کسی نمائش اور بلند بانگ دعوؤں سے بے نیاز ہو کر کام کرنا شروع کیا اور پھر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے، اس وقت امت مسلمہ کو باعزت زندگی سے ہم کنار کرنے اور مثالی امت کے منصب کو بحال کرنے کے لئے مختلف محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے، عزت وسربلندی تمناؤں، آرزوؤں اور مانگنے سے نہیں ملتی ہے، بلکہ حالات کے تقاضوں کے مطابق کام کرنے اور امت کے افراد کو خصوصاً نوجوان نسل کو اس میں مشغول کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عالم فانی کو دارالاسباب بنایا ہے اور اسباب اپنانے کے اصول وضابطے بھی مقرر فرمائے ہیں، جن کو اپنے نبی محمد عربی ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کی زندگیوں میں عملی طور پر کر کے دکھایا ہے، وہ نماز وروزہ، ذکر وعبادت، رجوع وانابت کے ساتھ ساتھ ضروریات زندگی کو پوری کرنے کے لئے کھیتی باڑی بھی کرتے تھے، تجارت وکاروبار بھی کرتے تھے، اس کے لئے سفر بھی کرتے تھے؛ لیکن ان سب صورتوں میں شریعت کے بتائے ہوئے احکام کی پوری پابندی کرتے تھے، وہ مختلف قسم کے پیشے اور چیزوں کے بنانے اور ایجادات کا کام بھی انجام دیتے تھے، اپنے مخالفین ومعاندین کے لئے سپاہیانہ تیاریاں بھی کرتے تھے، اس کے لئے جن چیزوں اور ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی تھی ان کو بھی اختیار کرتے تھے، ان کے دلوں میں یہ وسوسہ اور خیال بھی نہیں آتا تھا کہ ہم تو مسلمان ہیں، اس لئے بہر حال اللہ کی مدد ونصرت کے حق دار ہیں، بلکہ وہ اسباب اختیار کرتے تھے اور کامیابی وناکامی کو اپنے مالک کے حوالہ کرتے تھے۔

اس وقت امت مسلمہ جن حالات اور دین سے دور اور بیگانہ کردینے کی جن باریک سازشوں سے گذر رہی ہے، ان حالات میں مختلف محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ کے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ہر محاذ پر کام کرنے والے افراد بھی موجود ہیں، امت صلاحیتوں سے بھرپور ہے، اس پر مرعوبیت اور بے شعوری کا پردہ پڑ گیا ہے، اس پردہ کو اٹھانے کی ضرورت ہے۔

ہم میں ڈاکٹر وانجینئر بھی ہیں، صاحب ثروت وبااثر بھی ہیں، علم وتحقیق کے ماہرین بھی ہیں، صاحب قلم اور ادیب بھی ہیں، ماہرین قانون، وکلاء اور جج صاحبان بھی ہیں اور ان سب کی شرعی ودینی رہنمائی کرنے والے علمائے کرام بھی ہیں۔

لہٰذا امت کو اٹھانے، مایوسی وکم ہمتی سے نکالنے کے لئے مذکورہ صلاحیتوں کے مالک حضرات کو اپنے اپنے دائرہ میں پوری دینی وملی غیرت وحمیت کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے، مثلاً ہمیں ایسی رفاہی سوسائٹیاں اور ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے جن سے ہم قوم کے نچلے طبقہ کو اٹھائیں، بڑھائیں اور کام میں لگائیں، جدید تعلیم اور عصری علوم کو اپنی پوری ملی خصوصیت اور دینی غیرت وحمیت کی رعایت کرتے ہوئے پڑھانے، سکھانے کے لئے اسکول وکالج چلانے کی بھی ضرورت ہے۔

اسی طرح سے انجینئرنگ اور دوسرے ٹیکنکل علوم کو سکھانے کے لئے اداروں کے قائم کرنے کی بھی ضرورت ہے، علاج ومعالجہ کے لئے نرسنگ ہوم

بھی قائم کرنے کی ضرورت ہے جہاں مریضوں کے ساتھ پوری توجہ اور شفقت کے ساتھ علاج ومعالجہ ہو جس کی اب بڑی کمی ہوگئی ہے، بلکہ اب یہ صرف کاروبار بن کر رہ گیا ہے، یتیم خانوں اور ناداروں کی دیکھ بھال کے اداروں کے قیام کی ضرورت ہے جب ہم سنجیدگی سے قومی وملی ضرورت سمجھ کر یہ سب کام کریں گے، تب مادی اعتبار سے بھی ترقی ہوگی اور دنیا وآخرت دونوں جگہ ہمارا وزن بڑھے گا۔

اللہ کا شکر ہے کہ ایسے ادارے ملک کے مختلف حصوں میں قائم ہیں اور کچھ اللہ کے بندے خاموشی کے ساتھ یہ کام کر رہے ہیں، ہم اس سے بے خبر نہیں ہیں، ہمارا مقصد یہ ہے کہ ان کاموں کو اور بڑھایا جائے اور اس میں نمود ونمائش اور جاہ پرستی سے بلند ہوکر مزید توجہ کے ساتھ ملی ضرورت سمجھ کر کام کیا جائے اور جو حضرات جس کام میں لگے ہیں اس میں پوری توجہ کے ساتھ ساتھ دوسروں کے کاموں میں عیب نہ نکالیں، بلکہ اس کی ہمت افزائی کی جائے، کمی محسوس ہو تو تنقید وتبصرہ کے بجائے خلوص کے ساتھ مشورہ دیا جائے۔

ہماری ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ ہم اپنے کام کے علاوہ دوسرے کاموں کو اہمیت نہیں دیتے، بلکہ اس میں عیب نکالنے اور اصلاح کی فکر کے بجائے اس کے خلاف محض وہم وگمان کی بنیاد پر غلط پروپگنڈہ کرنے لگے ہیں جس سے بڑا نقصان پہنچ رہا ہے اور ملت کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔

رہے مکاتب ومدارس اور بڑے دینی ادارے اور جماعتیں، ان کی حیثیت تو امت کی ریڑھ کی ہڈی اور جسم میں دل کی سی ہے کہ یہیں سے مذکورہ اداروں کو غذا ملے گی اور رہنمائی حاصل ہوگی، ان مختلف کاموں کے ساتھ جہاں تک ملت کے سیاسی مسائل اور ملی کاموں میں رکاوٹ ومشکلات کا تعلق ہے تو اس کے لئے باوقار اور سنجیدہ انداز اور حکیمانہ طور پر سارے اداروں کو متحدہ پلیٹ فارم سے کام کرنے کی ضرورت ہے، اس سے بالکل بے نیاز ہوکر کہ اس کی کامیابی کا سہرا کس کے سر بندھے گا، اگر ہم ایسا کر لیتے ہیں تو امت کے تن مردہ میں جس کا ہم ماتم کرتے رہتے ہیں جان پڑ جائے گی اور ملک وملت دونوں کو نئی روشنی ملے گی، ملک جن خطرناک حالات سے گذر رہا ہے ان حالات پر سوچنے اور غور کرنے والے افراد بھی پیدا ہوں گے، سوئی ہوئی فطرت انسانی بیدار ہوگی۔

☆☆☆☆☆

سب کے رسول ﷺ

ماہر القادریؒ

کسی مبالغہ کے بغیر پوری دیانت اور کمال ذمہ داری کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے برابر جامع شخصیت تاریخ وسیر میں نظر نہیں آتی، کسی کے یہاں رحم ہی رحم اور عفو ہی عفو ہے، کوئی غلبہ اور غضب کا مظہر ہے، کسی کی زندگی میں دنیا کی فرماں روائی کی جگمگاہٹیں ہیں اور کہیں فقر وفاقہ اور ترک دنیا کی سادہ کاریاں ہیں اور یہی نہیں، کوئی صرف کلدانیوں کو ہدایت کا پیام دیتا ہے، کسی کے مخاطب بنی اسرائیل ہیں، کسی کو بعلبک اور نینوا کے بھٹکے ہوؤں کی رہبری مقصود ہے، کوئی چین کے حدود مملکت سے ایک قدم آگے نہیں بڑھاتا، کسی کا پیام صرف ایران کے گرد وپیش میں گونج کر رہ گیا، کسی کی بانسری گوکل بندرابن کے حوالی کو نغمہ زار بناتی رہی، مگر محمد عربی ﷺ کا پیام ملکوں اور خطوں میں محدود نہ رہ سکا، الکاہل کا ساحل، بحر ہند وروم کے جزائر، دجلہ وفرات کے کنارے، سندھ کا ریگستان کوہ بیستون کی وادیاں، لبنان اور البرز کے ٹیلے، نیل کی ترائی، پرینیز کی چوٹیاں، فارس کے آتشکدے، بھارت ورش کے پوتر استھان، کلیسائیوں کے منارے اور بت خانوں کے در ودیوار اس پیام سے گونج اٹھے، محمد رسول اللہ ﷺ کے پیام نے قوموں کی تقدیر بدل دیں، گورے کالے، ابیض واحمر اور ازرق واصفر، چھوٹے بڑے، جاہل وعالم، مرد وعورت، غریب وامیر سبھی نے بقدر ذوق کسب فیض کیا، اسی پیام کی بدولت غلام ایکا ایکی پستیوں سے اچھل کر فرماں روائیاں اور قیادت کے شہ نشینوں پر جا بیٹھے، یہ انقلاب چہروں اور صورتوں کا نہیں فکر ونظر اور ضمیر وباطن کا انقلاب تھا، اس نے چوروں اور لٹیروں کو انتہائی دیانتدار اور امن پسند بنا دیا، فاسقوں اور بدکاروں میں نیکی اور پاکیزگی کی غیر فانی روح پیدا کردی، اس انقلاب نے صالح تمدن اور پاکیزہ تہذیب کی بنیاد ڈالی اور نہ صرف بنیاد، بلکہ پوری عمارت کھڑی کردی جس کی ایک ایک اینٹ حسن تناسب اور صنعت تعمیر کا شاہکار ہے۔ (بحوالہ: در یتیم/ ۲۷۵)

انسان کامل

سیرت نبوی ﷺ کی ایمان افروز جھلک

علامہ سید سلیمان ندویؒ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت ایک پیغمبر کے اپنے پیروؤں کو جو نصیحت فرمائی اس پر سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کی یاد اور محبت کی نصیحت کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں اس تلقین کا جو اثر نمایاں ہوا، وہ تو الگ چیز ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کہاں تک اس کے مطابق تھی، اس پر غور کرو، شب وروز میں کم کوئی ایسا لمحہ تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اللہ کی یاد سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اللہ کے ذکر سے غافل ہو، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، پہنتے اوڑھتے، ہر حال میں، ہر وقت اللہ کا ذکر اور اس کی حمد وثنا زبانِ مبارک پر جاری رہتی تھی۔

آج حدیث کی کتابوں کا ایک بڑا حصہ انہی مبارک دعاؤں اور کلمات کے بیان میں ہے، جو مختلف حالات اور مختلف وقتوں کی مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ فیض اثر سے ادا ہوئیں۔

"حصن حصین" دو سو صفحات کی کتاب صرف ان کلمات اور دعاؤں کا مجموعہ ہے جن کے فقرہ فقرہ سے اللہ کی عظمت، جلالت اور خشیت نمایاں ہوتی ہے اور جن سے ہر وقت زبانِ اقدس تر رہتی تھی۔

قرآن مجید نے اچھے بندوں کی یہ تعریف کی ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ﴾. (جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے، ہر وقت اللہ کو یاد کیا کرتے ہیں)۔

یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نقشہ تھا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر لمحہ اللہ کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کا حکم دیا، مگر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال تھا؟ عام پیروؤں کو پانچ وقت کی نماز کا حکم دیا تھا، مگر خود آٹھ وقت نماز پڑھتے تھے، طلوع آفتاب کے بعد اشراق، کچھ اور دن چڑھنے پر چاشت، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء، پھر تہجد، پھر صبح، عام مسلمانوں پر تو دو رکعت، مغرب کو تین اور بقیہ اوقات میں چار چار رکعتیں فرض ہیں، گویا کل شب وروز میں سترہ رکعتیں ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز کم وبیش پچاس ساٹھ رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے۔

پنج وقتہ نماز کی فرضیت کے بعد تہجد کی نماز عام مسلمانوں کو معاف ہوگئی تھی، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بھی تمام عمر ہر شب ادا فرماتے رہے اور پھر کیسی نماز کہ رات بھر کھڑے رہتے، کھڑے کھڑے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں، اللہ نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح معاف کر دیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں؟ فرماتے: "اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا میں اللہ کا شکرگذار بندہ نہ بنوں؟ یعنی یہ نماز خشیت الٰہی سے نہیں ہے، بلکہ محبت الٰہی اس کا منشا ہے، رکوع میں اتنی دیر جھکے رہتے کہ دیکھنے والے کہتے کہ شاید آپ سجدہ کرنا بھول گئے۔

نبوت کے آغاز ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے، کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے، مگر ایسے حالات میں بھی عین حرم میں جا کر سب کے سامنے نماز پڑھتے تھے، کئی دفعہ نماز کی حالت میں دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا، مگر اس پر بھی اللہ کی یاد سے باز نہ آئے، سب سے سخت موقع نماز کا وہ ہوتا تھا، جب کفار کی فوجیں مقابل ہوتیں، تیر وخنجر چلتے ہوتے: لیکن ادھر نماز کا وقت آیا اور ادھر صفیں درست ہوگئیں۔

بدر کے معرکہ میں تمام مسلمان دشمنوں کے مقابل کھڑے تھے، مگر خود ذات اقدس ﷺ اللہ کے آگے سجدہ میں جھکی ہوئی تھی، تمام عمر میں کوئی نماز عموماً اپنے وقت سے نہیں ہٹی اور نہ دو وقتوں کے علاوہ کبھی کسی وقت کی نماز قضا ہوئی، ایک تو غزوۂ خندق میں کفار نے نمازِ عصر کا موقع نہ دیا اور ایک دفعہ کسی اور غزوہ کے سفر میں، رات بھر چل کر صبح کو تمام لوگ سو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں نماز قضا ادا کی، اس سے زیادہ یہ کہ مرض الموت میں شدت کا بخار تھا، بہت تکلیف تھی مگر نماز، حتیٰ کہ جماعت بھی

ترک نہ ہوئی قوت جواب دے چکی تھی مگر دو صحابیوں رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر سہارا لے کر مسجد تشریف لائے، وفات سے تین دن پہلے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کا قصد کیا تو غشی طاری ہوئی اور یہی حالت تین دفعہ پیش آئی، اس وقت نماز باجماعت ترک ہوئی، یہ تھا اللہ کی عبادت گزاری اور یاد کا عملی نمونہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کا حکم دیا، عام مسلمانوں پر سال میں تیس دن کے روزے فرض ہیں، مگر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت کیا تھی؟ کوئی ہفتہ اور کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہیں جاتا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب روزے رکھنے پر آتے تو محسوس ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی افطار نہ کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دن بھر سے زیادہ روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی، مگر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ کبھی دو دو تین تین دن بیچ میں کچھ کھائے پیئے بغیر متصل روزہ رکھتے تھے اور اس عرصہ میں ایک دانہ بھی منہ میں نہ جاتا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم اس کی تقلید کرنا چاہتے تو فرماتے: تم میں سے کون میرے مانند ہے؟ مجھ کو تو میرا آقا کھلاتا پلاتا ہے، سال میں دو مہینے شعبان اور رمضان پورے کے پورے روزوں میں گزرتے تھے، ہر مہینہ کے ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵) میں اکثر روزے رکھتے تھے محرم کے دس دن اور شوال کے چھ دن روزوں میں گزرتے، ہفتہ میں دوشنبہ اور جمعرات کے دن روزہ میں بسر ہوتا، یہ تھا روزوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نقشۂ زندگی۔

☆☆☆☆☆

عالمی رابطہ ادب اسلامی کا سالانہ مذاکرۂ علمی

عالمی رابطہ ادب اسلامی شعبۂ برصغیر کی طرف سے اس کا دو روزہ سالانہ (۳۰واں) مذاکرۂ علمی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملحق ادارہ ''المعہد الاسلامی'' مانک مئو ضلع سہارنپور (یوپی) کے تعاون سے احاطۂ معہد میں مورخہ ۱۴، ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ مطابق ۷، ۸ر اپریل ۲۰۱۲ء بروز شنبہ و یکشنبہ منعقد کیا جانا طے کیا گیا ہے، جس کا موضوع ہے:

''ادبِ نبوی کا تربیتی پہلو''

مذاکرۂ علمی کی صدارت عالمی رابطہ ادب اسلامی کے نائب صدر اور اس کے شعبۂ برصغیر کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ فرمائیں گے، مجلس استقبالیہ کے صدر مولانا محمد ناظم ندوی رئیس المعہد ہوں گے۔

مقالہ نگار حضرات اپنی شرکت کے ارادے اور مقالے کے عنوان سے صدر دفتر اور مقام انعقاد دونوں کو یکم ر مارچ ۲۰۱۲ء تک مطلع کرنے کی زحمت کریں تاکہ مقالات کی ترتیب و تنسیق میں سہولت ہو۔

نوٹ: مندوب حضرات سہارنپور اسٹیشن پر اتریں اور اپنی آمد کی تفصیل سے مقامی منتظمین کو پہلے سے مطلع کردیں تاکہ منتظمین اسٹیشن پر استقبال کے لئے موجود رہیں، ذیلی عناوین کی مختصر فہرست اس طرح ہے:

۱-حدیث شریف کی تربیتی اہمیت، ۲-حدیث میں وارد قصوں کی خصوصیت، ۳-احادیث نبویہ کا دعوتی پہلو، ۴-موجودہ عہد میں حدیث شریف کے قصوں کی معنویت، ۵-احادیث نبویہ میں عقیدۂ توحید و رسالت کا تربیتی کردار، ۶-حدیث شریف کے قصوں میں ترسیل دعوت کا انداز، ۷-کردار سازی کے سلسلے میں احادیث نبویہ کا کردار، ۸-اساطیری ادب و افسانے اور احادیثِ نبویہ کا تقابلی مطالعہ، ۹-غار والوں کے قصے کی تربیتی خصوصیت، ۱۰-اردو افسانہ نگاری پر حدیث شریف کے حکایتی اسلوب کا اثر، ۱۱-حدیث شریف میں انسانی نفسیات کی عکاسی، ۱۲-حدیث شریف کے قصوں میں کردار نگاری، ۱۳-احادیث نبویہ کے قصے: ایک ادبی جائزہ، ۱۴-احادیث نبویہ میں انسانی عظمت اور بلندیٔ کردار کے نمونے، ۱۵-احادیث نبویہ میں نسوانی احساسات و جذبات کی جھلکیاں، ۱۶-احادیث نبویہ میں مکالمہ نگاری/ جذبات نگاری/ منظر نگاری۔

رابطہ کا مستقل پتہ
دفتر رابطہ ادب اسلامی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ-۲۲۶۰۰۷ (یوپی)
فون وفیکس: 0522-2741221
موبائل نمبر: 9450644216
rabeynadwi@yahoo.com
iqbalnadwi@gmail.com

مقام انعقاد کا پتہ
مولانا محمد ناظم ندوی
رئیس المعہد الاسلامی، مانک مئو، سہارنپور
موبائل نمبر: 09412435015
09012154460
shakir_farrukh@yahoo.com
mahad20us@yahoo.com

جان پرسوز

آخری قسط

اجتماعی مفادات کے ملبے پر ذاتی اغراض کی عمارت نہ تعمیر کریں!

● .... حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

وسائل سے مالا ملک

آپ اس ملک کو دیکھیں، میں مدراس، کیرالا اور کرناٹک گیا ہوں، آپ اگر الٰہ آباد سے کالی کٹ جائیں تو آپ کو اس ملک کی حقیقت معلوم ہوجائے، اب اگر اس ملک میں غذائی کمی ہوتی یا اس ملک میں صلاحیت نہ ہوتی یا اس ملک میں قدرتی پیداوار نہ ہوتی یا اس ملک کے لوگ ذہانت سے محروم ہوتے، محنت و صلاحیت سے محروم ہوتے، تو ہم کو تسلی ہوجاتی اور ہم سوچتے کہ ہماری قسمت میں یہی لکھا ہے؛ لیکن اللہ کی طرف سے کوئی کمی نہیں ہے، اس نے اس ملک کو سب کچھ دیا ہے، اس کی جھولی بھردی ہے، اس ملک کا دامن پر کردیا ہے اور ایسا بھرا ہے کہ اس کا اٹھانا مشکل ہوگیا ہے اور یہی دولت، یہی زرخیزی اس ملک کے لئے مصیبت بنی، سکندر کو کون سی چیز اس ملک کی طرف لائی، ترکوں اور مغلوں کو دین کے جذبہ نے اس پر آمادہ کیا تھا کہ میں اس کو مانتا ہوں؛ لیکن یہ ملک سونے کی چڑیا تھی، ان کا بھی جی چاہتا تھا کہ جائیں او خدمت کریں اور اپنی ذہانت کے نمونے دکھائیں، اس ملک کی بھی خدمت کریں تو کیا بیس پچیس برس کی مدت میں یہ دولتیں چھین لی گئیں، وہ کون سی رات تھی، کونسا دن تھا، وہ کون سی گھڑی تھی، خدا کے لئے جنتری دیکھ کر بتایا جائے، اخبارات کے فائل دیکھ کر بتایا جائے کہ وہ کونسی منحوس رات تھی کہ جس کی صبح کو معلوم ہوا کہ یہاں کی سب دولت ختم ہوگئی ہے، اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ پریشانی کیوں؟ کیا یہ پریشانی اس وجہ سے ہے کہ ملک فقیر ہے، اس ملک میں خاک اڑ رہی ہے؟ کیا اس وجہ سے کہ یہاں کے لوگ کھانا چاہتے ہیں، پینا چاہتے ہیں؛ لیکن کمانا نہیں چاہتے نہیں، یہ بات نہیں ہے، بلکہ اللہ نے یہاں کھانے پینے کی چیزوں کی فراوانی اس لئے کی ہے کہ خود کھائیں؛

> **اس وقت جو چیز اس ملک کے لئے سب سے زیادہ خطرناک ہے، وہ ہمارا اجتماعی مفاد کو یکسر نظر انداز کرنا ہے. ایک سوسائٹی جب ہی اچھی زندگی گذار سکتی ہے جب اسکے ہر فرد کو کھانے کو ملتا ہو اور سب کی ضروریات زندگی پوری ہوتی ہوں، جب سب ایک دوسرے پر اعتماد رکھتے ہوں، جب سب ایک دوسرے سے گھبراتے نہ ہوں، ایک دوسرے کو دشمن نہ سمجھتے ہوں، سانپ، بچھو نہ سمجھتے ہوں؛ لیکن آجکل ہمارے معاشرے میں یہی چیزیں پیدا ہوگئی ہیں خاص طور پر ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ دوررس نتائج نہیں، بلکہ قریبی نتائج سے بے پرواہ ہوگیا ہے.**

لیکن اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی کھلائیں، خود پہنیں اور دوسروں کو بھی پہنائیں؛ لیکن کیا بات کہ یہاں بے شمار افراد کو دو وقت کی روٹی نصیب نہیں ہوتی، پہننے کیلئے کپڑے نصیب نہیں ہوتے۔

یہ عشق یہ جنوں

صحیح بات یہ ہے کہ دولت کا عشق، دولت کا جنون لوگوں پر سوار ہے، عشق آپ جانتے ہیں کہ اندھا ہوتا ہے، حکومت حاصل کرنے کا جذبہ بھی غیر قدرتی نہیں ہے، میرا یہ کہنا حقیقت پسندی کے بالکل خلاف ہوگا کہ انسان میں حکومت حاصل کرنے کا جذبہ ہی نہیں ہونا چاہئے؛ لیکن جب حکومت حاصل کرنے کا جذبۂ عشق اس حد تک پہونچ جائے کہ اسے کچھ پرواہ نہ ہو کہ اس کے اس فعل سے ملک پر کیا گذر رہی ہے اور لوگ مر رہے ہیں یا جی رہے ہیں، سارا ملک لاشوں میں تبدیل ہوجائے، مگر ہماری کرسی محفوظ رہے، یہ بالکل غیر فطری جذبہ ہے، یہ شہوانی و حیوانی جذبہ ہے، یہ فرد و جماعت اور تمام ملک کو ہلاک کرڈالتا ہے۔

اگر کوئی حکومت حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کے نزدیک ملک کو ترقی دینے کے جو اصول ہیں انھیں بروئے کار لانا چاہتا ہے اور اسے کامیاب بنانا چاہتا ہے، اس کے ذریعہ سے اگر اپنے ہم وطنوں کی خدمت کرنا چاہتا ہے تو وہ قابل مبارکباد ہے، شوق سے خدمت کرو؛ لیکن جب اس کے اندر یہ جذبہ جنون اور عشق کی حد تک پہونچ جائے، اس میں انفرادیت اور Ego ترقی کرجائے، انانیت اس میں اس قدر پیدا ہوجائے کہ وہ سب کی نفی کرے، اس کے نزدیک اگر کسی انسان کی قیمت ہے تو ووٹر کی قیمت ہے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے یہاں اگر الیکشن کی یہی حالت رہی تو وہ وقت آنے والا ہے جبکہ آدمی کے نزدیک ماں کی Value اسی وقت ہوگی، بیٹا اس کی قدر اسی وقت کرے گا جب وہ ووٹر ہو اور بیٹے کو محبت کے قابل اسی وقت سمجھا جائے گا جب کہ وہ ووٹر ہو، اگر انسان ووٹر نہیں ہے تو بے عمل اور بے منفعت ہے، وہ اگر مرجائے تو اس کا کوئی افسوس نہیں ہوگا، اب وہ وقت آنے والا ہے جب کسی کو معلوم ہوگا کہ فلاں محلہ میں فلاں شخص مرگیا ہے تو وہ پوچھے گا کہ وہ میرا

ووٹر تو نہیں تھا، اگر معلوم ہوگیا کہ وہ اس کا ووٹر نہیں تھا، تو اس کی موت کا اسے کوئی صدمہ نہ ہوگا، تو جب ساری دلچسپیاں، سارے احساسات سمٹ کر الیکشن کی سائیکالوجی میں آجائیں تو انسان اسی کی عینک سے ہر چیز کو دیکھے گا اور اسی کی کان سے ہر چیز کو سنے گا، اسی کے ہاتھ سے ہر چیز کو چھوئے گا، تو پھر اس ملک کے لئے اس سے بڑھ کر خطرہ اور کیا ہوسکتا ہے؟

میں اپنی آواز نہیں پہونچاسکتا

مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی آواز ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نہیں پہونچا سکتا ہوں، میری قوت بھی محدود ہے اور میرے وسائل بھی اور مجھ پر ایک چھاپ لگی ہوئی ہے جیسے کہ ابھی میرے ایک دوست نے کہا ہے کہ میں ایک مذہبی شخصیت سمجھا جاتا ہوں تو میں ہزار بات انسانیت کی کہوں، واقعات و روزمرہ کی زندگی کی کہوں؛ لیکن میرے اوپر ایک ٹھپہ لگا ہوا ہے کہ میں ایک مذہبی انسان ہوں، میں اس سے براءت نہیں کرنا چاہتا ہوں اور نہ دفاع کرنے کو تیار ہوں، بلکہ میں اسکو قبول کرتا ہوں؛ لیکن اس میں ایک VentegeDessad یہ ہے کہ میری بات کو جتنا غور سے سننا چاہئے، ایک ایسے انسان کی بات جو انسان کے مسئلہ کو لے کر کھڑا ہوا ہے، اس میں فرق ہوجاتا ہے، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نہ جانے کہاں سے یہ آدمی موڑ دے گا اور تبلیغ کی بات شروع کردے گا یا معلوم نہیں کہاں سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے لگے گا، تو بھائی اگر الیکشن میں ایک آدمی غلط سے غلط بات کہہ سکتا ہے اور اپنے پارٹی کی حمایت کرسکتا ہے تو میں جس مذہب کو صحیح سمجھتا ہوں، اگر اس کی تبلیغ کروں تو کیا برا ہے؛ لیکن اس وقت میں تبلیغ نہیں کروں گا، یہ موقع اس کا نہیں ہے اور آپ سب پڑھے لکھے لوگ ہیں، میں جو باتیں کہوں گا وہ آپ کے لئے جانی بوجھی ہونگی تو مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی آواز ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نہیں پہونچا سکتا؛ لیکن آدمی اگر کسی سے نہ کہہ سکے تو کیا اپنے گھر والوں سے بھی نہیں کہہ سکتا ہے، اگر وہ اپنے دوستوں سے بھی نہ کہہ سکے تو وہ گھٹ گھٹ کر مرجائیگا، اس لئے میں کبھی کبھی اپنی زندگی باقی رکھنے کے لئے ایسے سننے والے کان اور ایسے دردمند دل چاہتا ہوں جو میری باتوں کو سنیں اور غور کریں۔

> **جس شاخ پر ہم نے اپنا نشیمن بنایا ہے، جس پر ہمارا آشیانہ ہے، آج ہم اسی پر آری چلا رہے ہیں، اسی پر کلہاڑی چلا رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں، ہم اس کشتی کے ڈبونے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں جس پر ہمارا سارا سامان لدا ہوا ہے، ہمارا اور ہماری اولاد کا مستقبل اسی کشتی سے وابستہ ہے، کشتی ڈوبی تو ہم کہاں جائیں گے؟ یہ ایک ایسا خطرہ ہے جس پر لوگوں کو سر پر کفن باندھ کر یہ کہنا چاہئے کہ ہمارے ملک کی کیا حالت بنا رکھی ہے، کیونکہ یہاں کے تمام باشندوں کو یہیں جینا اور مرنا ہے، ان کے لئے کہیں کوئی جائے قیام نہیں مل سکتی ہے۔**

اس وقت جو چیز اس ملک کے لئے سب سے زیادہ خطرناک ہے، وہ ہمارا اجتماعی مفاد کو یکسر نظر انداز کرنا ہے، ایک سوسائٹی جب ہی اچھی زندگی گذار سکتی ہے جب اسکے ہر فرد کو کھانے کو ملتا ہو اور سب کی ضروریات زندگی پوری ہوتی ہوں، جب سب ایک دوسرے پر اعتماد رکھتے ہوں، جب سب ایک دوسرے سے گھبراتے نہ ہوں، ایک دوسرے کو دشمن نہ سمجھتے ہوں سانپ، بچھو نہ سمجھتے ہوں؛ لیکن آجکل ہمارے معاشرے میں یہی چیزیں پیدا ہوگئی ہیں خاص طور پر ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ دوررس نتائج نہیں، بلکہ قریبی نتائج سے بے پرواہ ہوگیا ہے۔

طلباء کی بے راہ روی

حالت تو اب یہ ہوگئی ہے ہمارا اسکول کا طالب علم اسکی پرواہ نہیں کرتا کہ ٹرین پر بیٹھے ہوئے مسافروں کو کب پہونچنا ہے، کوئی اپنی بیمار ماں کو دیکھنے جارہا ہے، کوئی جاں بلب باپ کو دوا دینے کے لئے جارہا ہے، کوئی مہینوں بعد اپنے گھر جارہا ہے اس کو اپنے گھر کے لوگوں سے ملنے کا کتنا شوق ہے، جگہ جگہ زنجیریں کھینچنا، اپنے گاؤں یا قصبہ کے سامنے گاڑی روکنا، پھولدار باغ اگر نظر آجائے تو وہاں اتر کر باغ کا ستیاناس کردینا، اس باغ کو جو نقصان پہونچا سو پہونچا ہی اور ان مسافروں پر جو گذری وہ گذری؛ لیکن جب کسی ملک کی یہ حالت ہوجائے کہ اجتماعی مفاد سے بالکل آنکھیں بند کرلی جائیں تو میں پیشین گوئی تو نہیں کرتا؛ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ یہاں ترقی کی تمام کوشش بیکار ہے اور یہ یونیورسٹیاں اور لائبریریاں و لیبارٹیز اور سارے تجربے و اکتشافات اور ادب و شاعری کی ساری کاوشیں بیکار و فضول ہیں، اگر اس ملک میں یہ مرض اور ترقی کر گیا تو راستہ میں چلنا پھرنا مشکل ہوجائیگا، ریل پر سفر کرنا دشوار ہوجائیگا، دفتروں و کچہریوں سے حاجت براری مشکل ہوجائے گی، اسپتال سے دوا لینا اور مریض کو دکھانا مشکل ہوجائیگا، شادیوں اور تقریبات میں شرکت کرنا ناممکن ہوجائے گا اور آخر میں نوبت یہ آئے گی کہ پیاسے کو پانی نہ ملے گا اور بھوکے کو روٹی نہیں ملے گی، اس ملک کو سب سے بڑا خطرہ ہے کہ ہر شخص آنکھیں بند کرکے اپنے مطلب کے پیچھے دیوانہ ہوگیا ہے اور چاہتا ہو کہ رات کو سوؤں اور دن کو لکھ پتی بن جاؤں۔

سیاسی پارٹیوں کے سامنے صرف ایک حقیقت

ہماری سیاسی پارٹیوں کے سامنے صرف ایک حقیقت رہ گئی ہے کہ الیکشن کس طرح جیتا جائے اور اپنی پارٹی کو کس طرح برسر اقتدار لایا جائے، کس طرح حکومت کے وسائل پر قبضہ کیا جائے اور جیسا کہ میں نے اس سے پہلے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ اس سے کوئی بیزاری اور شکایت نہیں کہ کام غلط ہورہا ہے، کہنا یہ ہے کہ یہ غلط کام ہماری نگرانی میں ہو، جب یہ ذہنیت ہوجائے کہ ہمارا مطلب نکل جائے، ہمارا الو سیدھا ہوجائے اور باقی دنیا پر خواہ کچھ گذر جائے خواہ کچھ بھی بیتے، یہی ذہنیت آج کا کام کررہی ہے، ملک کا کیا حال بنا رکھا ہے، کیا گت بنا رکھی ہے، غلہ یہاں موجود، زمین بھی نہایت سرسبز و شاداب، اس کے علاوہ ہمارے پاس کتنا بڑا ملک اور کتنی بڑی قوم ہے اور پھر ہر صلاحیت کا آدمی اس ملک میں موجود ہے اور یہ تسلیم کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں کہ سیاسیات و ادبیات وسائنس اور صنعت و حرفت میں ہمارے ملک میں فرسٹ گریڈ کے لوگ موجود ہیں؛ لیکن ان سب کے باوجود ہمارے ملک کی یہ حالت ہورہی ہے کہ کوئی شخص مطمئن نہیں ہے، کسی کو کل کے متعلق یقین نہیں ہے کہ کل کیا ہوگا، گرانی کی ایک لہر چلی ہوئی ہے اور ہر شخص ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک کو ایک مرنے والی گائے کے مانند سمجھ رہا ہے کہ اس سے جتنا دودھ دوہا جاسکے دوہ لے۔

اب ہر ایک یہی تصور کررہا ہے کہ اس سے جتنا فائدہ اٹھا سکو اٹھالو، یہ خطرناک صورت حال ہے، یہ کسی بھی ملک کو زیب نہیں دیتا جس کی نہ کوئی تاریخ ہو اور نہ کوئی ماضی ہو اور نہ کوئی تمدن ہو اور نہ روایات ہوں، ہمارا ملک تو قدیم تاریخی ملک ہے، ایک شاندار وسیع ادب و تمدن کا مالک ہے، اس نے علمی دنیا میں بہت بڑے بڑے فلسفی اور دانشور پیدا کیے، بڑے رشی اور منی پیدا کیے، مسلمانوں میں بھی اور ہمارے ہندو بھائیوں میں بھی ایسے ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کے کارناموں پر دنیا ہمیشہ فخر کرتی رہے گی؛ لیکن جب اس ملک کی یہ حالت ہوجائے کہ سب کے سب اپنے اپنے حال میں مست ہوکر آستین چڑھائے ہوئے اس مردے سے جو کچھ حاصل ہوسکے حاصل کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں تو اسکی کیا حالت ہوگی؟ اس ملک کو مردہ کرنے کے ہم ہی مجرم ہیں۔

کشتی ڈوبی تو ہم کہاں جائیں گے

جس شاخ پر ہم نے اپنا نشیمن بنایا ہے، جس پر ہمارا آشیانہ ہے، آج ہم اسی پر آری چلا رہے ہیں، اسی پر کلہاڑی چلا رہے ہیں اور خوش ہورہے ہیں، ہم اس کشتی کے ڈبونے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں جس پر ہمارا سارا سامان لدا ہوا ہے، ہمارا اور ہماری اولاد کا مستقبل اسی کشتی سے وابستہ ہے، کشتی ڈوبی تو ہم کہاں جائیں گے؟ یہ ایک ایسا خطرہ ہے جس پر لوگوں کو سر پر کفن باندھ کر یہ کہنا چاہئے کہ ہمارے ملک کی کیا حالت بنا رکھی ہے، کیونکہ یہاں کے تمام باشندوں کو یہیں جینا اور مرنا ہے، ان کے لئے کہیں کوئی جائے قیام نہیں مل سکتی ہے۔

کہاں جاؤگے؟

بہت سے ہمارے سیدھے سادے مسلمان بھائی تحریک خلافت کے زمانہ میں افغانستان گئے تھے اور کہتے تھے کہ افغانستان ایک غیرت مند ملک ہے، مسلمانوں اور پٹھانوں کا ملک ہے اور ان میں ایمانی جذبہ موجود ہے اور افغان بڑے کریم النفس اور مہمان نواز ہیں؛ لیکن چند ہی دنوں میں معلوم ہوگیا کہ ہم نے غلطی کی تھی اور پھر اپنے گھر واپس آئے، پاکستان جو چلے گئے تھے ان سے پوچھے کہ کتنے آدمی مطمئن ہیں اور کتنے غیر مطمئن؟ جب پاکستان آنے جانے کی اجازت تھی تو میں کئی بار آیا گیا، میں نے اکثر لوگوں کو شاکی پایا، وہاں الٰہ آباد اور لکھنؤ کی گلیاں یاد آتی ہیں اب آپ کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ اور ہمارے ہندو بھائی مجھے معاف کریں ان سے میں صاف صاف کہوں گا کہ آپ کا ٹھکانہ تو اور بھی کم ہے، ہم تو اللہ اور رسول کا نام لے کر، ان کی دہائی دے کر اور قرآن ہاتھ میں لے کر اور یہ کہہ کر کہ ہم بھی کلمہ گو ہیں اور ہمارا اور تمہارا رشتہ ایک ہے اور ہم میں سے بہت سے یہ بھی کہیں گے کہ ہم تو یہیں سے تو گئے تھے، ہمارے شیوخ اور سادات صدیقی و فاروقی یہیں سے تو گئے تھے، اب پھر آگئے، ہمیں تو کہیں دوسری جگہ رہنے کی مل سکتی ہے؛ لیکن یہ کوئی زیادہ موثر بات نہیں ہے، مسلمان بھی غلط سوچ رہے ہیں اور آپ بھی غلط سوچ رہے ہیں، اگر مسلمان یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر اور کہیں نہیں تو مکہ چلے جائیں گے اور وہ شعر جو پڑھا جاتا تھا ع

میرے مولا بلا لو مدینہ مجھے

لیکن وہاں کے لوگ بھی کہتے ہیں کہ بھائی اپنے گھر خوش رہو اور ہم یہاں خوش رہیں، تم آؤگے تو ہم کیسے تم کو سنبھالیں گے؟ ہمارے ملک کے وسائل بہت محدود ہیں، پٹرول ہے مگر وہ نہ کھایا جاسکتا ہے اور نہ پیا جاسکتا ہے، دنیا کے سیاسی حالات بدلتے رہتے ہیں، جو پہلے حالات تھے وہ اب نہ رہے، وہ کہتے ہیں کہ یہاں گنجائش نہیں ہے، بیشک وہ بہت شریف لوگ ہیں اور وہاں جاکر لوگ رہ بھی جاتے ہیں، مگر پانچ کروڑ سات کروڑ بلکہ ہمارے بہت سے احباب لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد اس سے زیادہ ہے، مردم شماری میں اندراج غلط ہے، یہ کہاں جائیں گے، افغانستان اور ایران کا سوال ہی نہیں، پاکستان کا بھی سوال نہیں، اس کا پیالہ تو بھر چکا، لبریز ہوچکا، اس کا پیالہ چھوٹا تھا اور وہ لبریز ہوگیا اب سیاسی پارٹیوں اور یہاں کے

باشندوں نے کیا سوچا ہے کہ اگر یہ ملک تباہ ہوگا تو ان کا کیا ہوگا؟ کیا انھیں نیپال قبول کرلے گا؟ نیپال کی حقیقت ہی کیا ہے؟ دوسرے یہ کہ ہمارے تعلقات باہر کے ملکوں سے کہاں بہت اچھے ہیں، بدھ ازم کو جو آپ لوگوں نے یہاں سے نکال دیا تھا تو اب کس امید پر وہاں جائیں گے تو کہیں آنے جانے کا سوال ہی نہیں، آپ کو، ہم کو، سب کو یہیں رہنا ہے؛ لیکن اس ملک کی بربادی آپ کیوں نہیں سوچتے کہ یہ ملک برباد ہو رہا ہے۔

دو طاقتیں

لیکن دو چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جو آدمی کو حد سے بڑھنے سے روکتی ہیں، ایک تو وہ چیز جس پر میرا گہرا عقیدہ ہے، وہ مذہب ہے اور مذہب کی تعلیم یعنی خدا کا خوف، مرنے کا خیال اور خدا کے سامنے حساب و کتاب پیش کرنے کا خیال اور قبر کی منزل اور اس کا اندھیرا اور پل صراط اور میدان حشر، اصل طاقت تو اس میں ہے، اگر یہ بات ہوتی تو اس طرح کے واقعات پیش آئیں گے جیسا کہ آپ نے سنا ہوگا کہ ایک شخص کو مال غنیمت میں کئی لاکھ روپے کی جوہرات میں سے کوئی چیز ملی، شہنشاہ ایران کا مرصع تاج ملا، جسے وہ اپنے دامن کے اندر چھپا کر لے جا رہا تھا تاکہ کمانڈر انچیف حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے سامنے پیش کرے اور لے جا کر ان کے سامنے پیش کر دیا، امیر لشکر نے کئی مرتبہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھا کہ اللہ اکبر! ایسے بھی آدمی پائے جاتے ہیں کہ وہ خود رکھنے کے بجائے یہاں لے آیا، خیر یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، وہ زمانہ بڑی خیر و برکت والا تھا اور رسول اللہ کو دنیا سے تشریف لے جائے ابھی تھوڑا عرصہ گذرا تھا؛ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ جب انہوں نے اس کا نام پوچھا تو اس بدو نے کہا کہ میں نے جس کے خیال سے یہ کام کیا ہے وہ میرا نام جانتا ہے، آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے، یہ کہہ کر سلام کیا اور چل دیا، یہ واقعات اس عقیدے کے نتیجہ میں پیش آئے ہیں،

آپ نے سنا ہوگا کہ حضرت عمرؓ نے اعلان کیا کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے، وہ گشت کر رہے تھے، اتنے میں ایک مکان سے گذرے تو انہوں نے سنا کہ ایک عورت کہہ رہی ہے: ارے بیٹی دیکھ اجالا ہونے والا ہے دودھ میں پانی ملانے کی کارروائی کر، اس لڑکی نے جواب دیا کہ امی کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ امیر المومنین نے اعلان کیا ہے اور ان کا یہ آرڈی نینس ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے، ماں نے جواب دیا کہ بیٹی اس وقت کون دیکھ رہا ہے تو بچی نے کہا کہ اگر عمرؓ نہیں دیکھ رہے ہیں تو خدا تو دیکھ رہا ہے۔

تو اصل طاقت تو اس عقیدے میں ہے؛ لیکن ایک دوسری طاقت بھی ہے، کوشش تو یہ کرنی چاہئے کہ مسلمانوں میں یہ عقیدہ پیدا ہو جس کا ذکر میں کر چکا ہوں اور ہمارے ہندو بھائیوں میں یہ بھی عقیدہ پیدا ہو کہ خدا کوئی چیز ہے، وہ دیکھتا ہے۔

دوسری چیز جس کو یورپ نے اس کے ایک Substitute کی حیثیت سے، ایک بدل کی حیثیت سے اپنایا ہے، وہ حب الوطنی Patviotism سچی محبت اپنے ملک اور وہاں کے باشندوں سے حقیقی تعلق ہو، یہ ایک ایسا خیال ہے جسے سب نے قبول کیا ہے، یہ ملک ہمارا ہے اس میں کوئی غلط کارروائی نہیں ہونی چاہئے، اس ملک میں کرپشن نہیں ہونا چاہئے، اس سے ملک کو نقصان پہونچے گا، اس ملک میں یہ نہیں ہوسکتا کہ استحقاق Peronity اور Merit ایک کو حاصل ہو اور ہم ترقی کسی اور کو دیدیں یہ نہیں ہوسکتا، اس سے حکومت اور سوسائٹی کا نظام درہم برہم ہوتا ہے، یہ بہت سطحی خیال ہے اور اس مذہبی عقیدے کے مقابلے میں اسکی جڑیں اتنی مضبوط اور گہری نہیں ہیں؛ لیکن بہرحال یہ بھی مفید چیز ہے، یورپ آج اسی خیال اور عمل سے تھما ہوا ہے، یقیناً آپ میں کئی حضرات ایسے ہوں گے جنھوں نے یورپ کا سفر کیا ہوگا، وہ جانتے ہیں کہ یورپ میں کوئی چیز آپ کہیں چھوڑ دیں، وہاں Loss Property کے لئے ایک جگہ ہے، وہاں تمام گمشدہ چیزیں مل جاتی ہیں، اس کی ایک فیس مقرر ہے وہ آپ کو دینی ہوگی مثلاً اگر آپ اپنا پرس کہیں بھول گئے ہیں تو وہ آپ کو وہیں مل جائیگا، اس طرح کے واقعات وہاں روزمرہ ہوتے رہتے ہیں، یورپ کے عوام کوئی بہت بڑے صوم وصلوٰۃ کے پابند نہیں ہیں اور خدا ترس لوگ نہیں اور نہ سچے عیسائی ہیں؛ لیکن انہوں نے ایک ایسی چیز ایک پارس پتھر معلوم کرلیا ہے، اس وجہ سے یہ ملک اپنی بہت سی کمزوریوں اور خرابیوں کے باوجود اپنے محور پر رکا ہوا ہے یعنی یہ نہیں کہ وہاں بغیر رشوت دیئے کوئی کام ہی نہ بنتا ہو، ہمارے یہاں تو رشوت کی مقدار فیسوں کے نام سے مقرر ہے، آپ کہیں جائیں کام کے نوعیت کے اعتبار سے کم وبیش فیس آپ کو دینی ہوگی، رشوت یہاں ایک کاروبار بن گیا ہے، یورپ میں یہ باتیں نہیں ہیں، وہاں اور بہت سی خرابیاں ہیں، وہاں بہت گناہ ہوتے ہیں جو نہ ہونا چاہئے وہ ہوتا ہے، وہاں عیش وعشرت کی فراوانی ہے؛ لیکن حکومت کے ضوابط وقوانین اور کیریکٹر کے حدود کی وہ پوری پابندی کرتے ہیں۔

نہ یہ نہ وہ

اب آپ ہی بتایئے کہ اگر کسی ملک میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں نہ تو مذہبی عقیدہ، کیونکہ اس کی طاقت ختم ہوچکی خواہ کسی وجہ سے ہو، میں اس کی تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتا، کیونکہ اس کی ذمہ داری مجھ پر اور میرے گروہ پر بھی ہے، ہم نے اس عقیدے کو مضبوط بنانے کی، غذا پہنچانے کی پوری کوشش نہ کی، اس کو پانی ہم نے نہیں پہونچایا، اس میں ہمارے مذہبی گروہ کی بہت بڑی کمزوری ہے، اب کچھ لوگ کوشش کر رہے ہیں، اسی

طرح ہمارے غیر مسلم بھائیوں میں بھی پوری کوشش نہیں ہوئی، عرصہ تک اس طرح کی کوئی کوشش نہیں ہوئی جس سے مذہب کی جڑیں مضبوط ہوں، مستحکم ہوں۔

اور دوسری طرف سچی حب الوطنی شاید ہمارے یہاں پیدا ہی نہیں ہوئی، اخلاقی تربیت کا جو زمانہ تھا وہ تو انگریزوں سے لڑنے میں گزر گیا اور اس کے بعد کا دور آزادی وحکومت سے فائدہ اٹھانے کا آیا اس لئے بیچ کا دور جس میں ہم قوم کو تیار کرتے ہیں، Nation کو تیار کرتے ہیں، سوسائٹی کو تیار کرتے ہیں، وہ ہم نہیں کرسکے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے یہاں سچی حب الوطنی نہیں پائی جاتی، کوئی شخص کسی غلط کام سے اس لئے نہیں رکتا اس سے ہندوستان کو نقصان پہونچے گا، پروجیکٹ ہیں؛ لیکن ناکام، اسکیمیں ہیں؛ لیکن فیل، ان میں ٹھیک سے میٹریل ہی نہیں لگتا، اس میں جو ضروری احتیاط کرنے چاہئے وہ نہیں ہو پاتی، ملک کا پیسہ برباد ہو رہا ہے، وقت زیادہ لگ رہا ہے، میں آپ کے سامنے اس کی مثالیں دے سکتا ہوں؛ لیکن وقت میں اس کی گنجائش نہیں ہے، حالت یہ ہوگئی ہے کہ دو دن میں جو کام ہوسکتا ہے چھ مہینہ لگ جاتے ہیں، لوگ کام نہیں کرتے، دفتروں میں عملہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے گپ کرتا رہتا ہے، دیر میں آتے ہیں اور جلدی چلے جاتے ہیں، درمیان میں لنچ ٹائم اور ٹی ٹائم ہوتا ہے، کسی کو اس ملک سے سچی محبت اور لگن نہیں ہے۔

جرمن قوم کو آپ دیکھیں، دوسری جنگ نے جرمنی کے پرخچے اڑا دیئے تھے، مولانا ابوالکلام آزادؒ جب وہاں گئے تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، انھوں نے جرمنی کے بارے میں جو اپنا تاثراتی بیان دیا تھا اس میں کہا تھا کہ میں جرمن قوم کی صلاحیت پر ایمان لے آیا، میں مان گیا کہ جرمن قوم زندہ رہنے کی مستحق ہے، ایک ہمارا ملک ہے کہ پچیس سال آزادی ملے ہوگئے، مگر جو چیز جہاں تھی وہیں ہے، حالانکہ کسی بات کی کمی نہیں ہے، دولت پیدا کرنے کا بھوت سوار ہے، تعلیم یافتہ لوگ اس کے زیادہ مجرم ہیں اور سب کی توجہ حکومت پر ہے، پارٹی پالیٹکس پر ہے، انتظام درست کرنے پر کسی کی توجہ نہیں، آج ہمارے مرکز کا حکمراں طبقہ ہر وقت جوڑ توڑ میں لگا رہتا ہے، دوسرے ملکوں کے ساتھ بھی جوڑ توڑ میں اور اپنی پارٹی کے اندر جوڑ توڑ میں اور دوسری سیاسی پارٹیوں کو بھی جوڑنے اور توڑنے میں مصروف، ایڈمنسٹریشن پر اخلاقی قدروں اور نظام تعلیم کے درست کرنے پر کوئی توجہ نہیں، لوگوں کو ان کی ضروریات مہیا کرنے پر اور ان میں اعتماد پیدا کرنے پر جو توجہ دینی چاہئے اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے، قوم کا اپنے ملک اور مستقبل پر اعتماد بحال ہونا ضروری ہے، ہر شخص اپنے مستقبل سے مایوس ہو رہا ہے، اپنے ملک سے مایوس ہو رہا ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ جن کے پاس وسائل ہیں وہ لوٹ کھسوٹ اور پیسہ پیدا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، دولت پیدا کرنا جرم نہیں مگر دولت کا بھوت سوار ہوجائے یہ بات نظر انداز کرنے کے لائق نہیں۔

ایک تحریک کی ضرورت

دوسری بات جو بہت خطرناک ہے وہ یہ ہے کہ اس ملک میں کوئی جماعت اور کوئی گروہ ایسا نہیں ہے جو اس صورت حال سے بے چین ہوجائے اور اسکی راتوں کی نیند اڑ جائے، اس صورت حال کو ناپسند کرنے والے اس ملک میں لاکھوں ہیں، مگر اس سے پنجہ آزمائی کرنے والا ایک بھی نہیں ہے، یہ بے حسی اور بے عملی بڑی خطرناک ہے، بارہا ایسا ہوا کہ بڑی بڑی جنگیں ہوئیں اور انھوں نے ملکوں کو تباہ کردیا، بڑے بڑے مفسد لوگ پیدا ہوئے، انھوں نے پورے ملک میں زہر پھیلا دیا؛ لیکن ایک جماعت کھڑی ہوئی، اس نے ملک کا مزاج درست کردیا اور اس کی چول بٹھا دی؛ لیکن یہاں اس کے کوئی آثار اس وقت کم از کم نظر نہیں آرہے ہیں، کوئی پارٹی، کوئی ٹیم، کوئی تنظیم، کوئی ادارہ، کوئی Instiute یہاں تک کہ اللہ والوں کی جماعت مسلمانوں میں یا ہمارے ہندو بھائیوں میں ایسی پیدا نہیں ہوئی جو اس نازک صورت حال کے مقابلے میں صف آرا ہو، اس ملک پر بڑی بڑی مصیبتیں آئیں، لوگوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی اور جو پریشانی اس وقت آئی اس کا مداوا، اسکا علاج کسی نے پیش نہ کیا، حکومت باوجود کوشش کے اس پر کامیاب نہیں ہو رہی ہے۔

اس لئے سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ اس پریشان ونازک صورت حال کا مقابلہ کرنے والا کوئی نظر نہیں آرہا ہے، ملک کے گوشے گوشے میں یونیورسٹیاں، اعلیٰ تعلیم گاہیں ہیں، Acadmies بھی ہیں، بلکہ ایک علمی فضا سارے ملک پر چھائی ہوئی ہے؛ لیکن اگر کام نہیں ہو رہا ہے تو وہ اخلاق درست کرنے والا کام ہے، انتظام درست کرنے والا، اعتماد کرنے والا کام ہے اور آپس میں محبت پیدا کرنے والا کام ہے اور کوئی ایسی تبلیغ یا کوئی ایسی کوشش جس سے انسان کے جان کی قیمت ہو اور یہ معلوم ہو کہ انسان پر ہاتھ اٹھانا کتنا بڑا جرم ہے، کتنا بڑا پاپ ہے، ایسی دعوت وتحریک کہ جس سے معلوم ہو کہ انسان خدا کا بنایا ہوا ہے، جو اس پر ہاتھ اٹھائے گا گویا خدا پر ہاتھ اٹھائے گا، وہ خدا کی بڑی پیاری ومحبوب چیز پر ہاتھ اٹھا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

سخن دلنواز

آخری قسط

درس وتدریس کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہو!

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

کچھ لوگ جسم کے خاطر ضمیر کو بیچ دیتے ہیں، اپنے مقصد کو نظر انداز کردیتے ہیں، انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ رزق دے گا، جتنا مقرر کردیا گیا ہے اتنا مل کر رہے گا، رزق کا معاملہ انسان کے بس میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ رزق کے لیے ایسے وسائل مہیا کردیتے ہیں کہ جس سے آدمی کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، حالات اللہ تعالیٰ خود پیدا کرتے ہیں اور ہم تو صرف ان حالات ووسائل سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن وسائل ہمارے بس میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ مہیا کرتا ہے، اس لیے انسان ہونے کے ناطے جو ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے ہمیں وہ ذمہ داری پورا کرنا چاہئے۔

آپ خود اپنا جائزہ لیں، ہر ایک اپنا جائزہ لے کہ وہ اس ذمہ داری کو کہاں تک پورا کررہا ہے، وہ جو علم حاصل کررہا ہے وہ ٹھیک حاصل کررہا ہے یا نہیں کررہا ہے اور اس علم کو حاصل کرنے کے لیے جس طرز عمل کی ضرورت ہے اور جس طرح کی کوشش کی ضرورت ہے، وہ اس طرح کوشش کررہا ہے یا اس میں کوتاہ ہے۔ اگر طالب علم دوسری طرف متوجہ ہے اور یہاں کی سہولیات سے فائدہ اٹھارہا ہے، جیسے کوئی آدمی کمرے میں کھڑکی کے پاس بیٹھا باہر دیکھتا رہے، کوئی کام نہ کرے، نہ پڑھے نہ لکھے، نہ کوئی مفید کام انجام دے، صرف باہر دیکھتا رہے کہ کون لوگ جارہے ہیں؟ کون سی موٹر جارہی ہے؟ رکشہ جارہا ہے آدمی جارہا ہے، اسی دیکھنے میں سارا وقت صرف کررہا ہے، تو کیا ہوگا، اس کو کچھ حاصل نہیں ہوسکتا؟ موٹر جارہی ہو، رکشہ جارہا ہو تو آپ کو اس سے کیا فائدہ؟ آپ اپنا کام کیجئے، جیسے کے حضرت یحییٰ ابن یحییٰ اصمہودی کا واقعہ مشہور ہے کہ بہت سے طلباء درس میں جمع تھے، شور ہوا کہ ہاتھی آیا ہاتھی آیا، سب تماشہ دیکھنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے، کیوں کہ ہاتھی کبھی دیکھا نہیں تھا، مگر ایک طالب علم بیٹھا رہا، استاد نے پوچھا کہ آپ کیوں نہیں گئے؟ طالب علم نے جواب دیا، کہ ہم ہاتھی دیکھنے تھوڑی آئے ہیں، ہم تو علم حاصل کرنے آئے ہیں اور حاصل کررہے ہیں، تو آپ جس کے لیے آئے ہیں وہ کام کیجئے، آپ علم حاصل کرنے کے لیے آئے ہیں تو آپ کا ذہن علمی دائرے کے اندر ہونا چاہئے، اور اس تعلیم کے حصول کا جو تقاضہ ہے، تو آپ کو جو مدت ملی ہے، ساری زندگی تو علم حاصل نہیں کریں گے، یہ دوسال چار سال کے لیے آپ جو مدت ندوہ میں علم سیکھنے کے لیے لگارہے ہیں، اس میں آپ کو اتنا علم حاصل کرنا ہے کہ یہاں سے جانے کے بعد آپ اس علم کو بڑھا سکیں، اور اس علم کو دوسروں تک پہونچا سکیں، اگر یہ وقت آپ دوسری چیزوں میں لگائیں گے، جیسے کہ ہم نے مثال دی کہ کھڑکی سے ہر وقت جھانک کر باہر کے منظر دیکھتے رہے اور اپنے کام کی طرف توجہ نہیں دیا، تو اس سے کیا ہوگا؟ اور آپ کو کیا ملے گا؟ جب آپ اپنے مقصد کے لیے سب کچھ کر سکتے تھے، تو وہ وقت آپ نے ایسے ہی گنوا دیا، ہمارے بعض طلباء بھی ایسے ہیں جو اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں، باہر جانے کو ملتا ہے تو چلے جاتے ہیں اور اگر نہیں جاسکتے ہیں تو ان کا دل باہر لگا رہتا ہے، اس سے آپ کو کیا ملتا ہے؟ کیا وہاں مٹھائی بٹ رہی ہے کہ آپ مٹھائی جاکر کھائیں گے یا وہاں کوئی تحفہ مل جائے گا، یا پھر اپنی آنکھوں کو آپ محظوظ کریں گے، یا گھوم کر تفریح کا مزا اٹھائیں گے، اس کا نقصان یہ ہوگا کہ جو آپ کا قیمتی وقت ہے، جو سونے سے، ہیرے سے، جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے وہ ضائع ہوجائے گا، آپ اس وقت کو پڑھنے میں صرف کرتے، تو کہیں سے کہیں پہونچ جاتے، لیکن آپ نے اپنے وقت کو ضائع کردیا، تو اس کے نقصان کا اندازہ بعد میں ہوگا، دینی جلسوں میں بھی جانے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ آدمی جو علم حاصل کررہا ہے اس کو صحیح طور پر حاصل کرے۔ اگر یہاں وقت کم دے رہا ہے اور اپنا زیادہ وقت مارکیٹ میں، دوکانوں میں، تفریحات میں صرف کررہا ہے، کھیلنے کودنے میں زیادہ جی لگا رہا ہے، تو اس سے کیا ملے گا؟ وہ وقت جو باہر صرف کیا، اگر وہ وقت کتابوں میں صرف کرتا یا کسی علمی مسئلے کو حل کرنے میں صرف کرتا، تو مقصد کے مطابق بھی ہوتا اور مستقبل میں اس کا فائدہ اچھے طریقہ سے حاصل کرتا۔

علوم دینیہ کے طالب علم بننے کے ساتھ یہ فیصلہ بھی کرنا ہوتا ہے کہ آپ نے کس بڑے مقصد کا ارادہ کیا ہے اور اس کا کیا تقاضہ ہے؟ آپ کو کس طرح کا طالب علم بننا ہے؟ دین کے تقاضوں کے ساتھ اگر آپ صحیح طالب علم بننا چاہتے ہیں، اخلاقی لحاظ سے، محنت کے اعتبار سے، دیانت کے اعتبار سے اچھا معیار قائم کرنا ہے، تو درجوں کی پابندی ہو، پڑھائی کی پابندی ہو، مذاکرہ و مطالعہ کا اہتمام ہو، آپ تعلیم کے مرکز میں اسی لیے آئے ہیں، درجات میں استاد کی بات پابندی سے سنئے، اس لیے کہ اللہ نے ان کو جو قابلیت دی ہے اس سے آپ کو بھی حصہ ملے، اگر آپ استاد سے فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ نہ کریں گے، تو آپ کے بجائے دوسرے کی طرف استاد کی توجہ مرکوز ہوجائے گی اور آپ کو استاد کی توجہ نہ ملے گی، پھر غیر درسی اوقات کو بھی صحیح صرف کیجئے، گھومنے پھرنے سے، بازاروں کے چکر لگانے سے، پارکوں میں وقت گذارنے سے بچئے۔

آپ کے اوقات صحیح صرف ہوں اور اس مدت میں اتنا علم حاصل کرلیں جتنا اس مدت میں ممکن ہے، تو یہ محنت اور یہ مشغولیت خاطر خواہ نفع دے گی، لیکن ہوتا یہ ہے تعلیمی ودینی ماحول میں رہتے ہیں اور تعلیم کے علاوہ بھی بہت سے کام کرتے رہتے ہیں اور جب اونچے درجہ میں پہونچ گئے لیکن استعداد متوسط درجوں کی ہی رہتی ہے، اب یہ جو دو چار سال ضائع ہوا تو کہاں سے اس کی تلافی ہوگی؟ حق بات یہ ہے کہ آپ ہر سال کے اختتام پر حساب لگائیں کہ سال بھر میں آپ نے کتنی ترقی کی، آگے استعداد کچھ بڑھی یا نہیں؟ ایک سال آگے ہوگئے، اس اعتبار سے آپ کی صلاحیتوں میں اضافہ ہوا یا نہیں، بڑی کتابوں کو جاننے کی، علم کی گہرائیوں کو سمجھنے کی کتنی صلاحیت پیدا ہوئی؟ ہم علم میں کتنا وقت خرچ کرتے ہیں، تو علم میں اپنی ترقی کا جائزہ لیں۔ آگے ترقی نہیں ہوئی تو کام بھی وقت بھی ضائع ہوگیا، ایسی بہت مثالیں ہیں۔ آپ حضرات اس پر غور کریں، اوپری درجہ میں پہونچ تو گئے؛ لیکن اس کی صلاحیت نہیں، بہت سوچنے کی بات ہے، بعد میں افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، ہم آپ کو اپنے طلباء سمجھ کر بات کررہے ہیں، ایک استاد کو اپنے طلباء سے تعلق ہوتا ہے، اس کا دل چاہتا ہے کہ اس کا ہر طالب علم کامیاب ہو، جب طالب علم کی شہرت اور کامیابی ہوتی ہے، تو اس کی ترقی سے استاد کو خوشی ہوتی ہے، اس کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے طالب علم کی تعریف کی جارہی ہے، یہ معمولی رشتہ نہیں ہے، یہ بہت قوی رشتہ ہے۔

طلباء بعض وقت یہ سوچتے ہیں کہ استاد سختی کرتا ہے، یہ ہمارا ہمدرد نہیں ہے، ایسی بات نہیں ہے بلکہ استاد اپنے طلباء کو اپنا سمجھتا ہے، ان کی کامیابی کی اس کو فکر ہوتی ہے، چاہے وہ سختی کرے یا نرمی سے پیش آئے، لیکن اس میں ہمدردی کا جذبہ ہوتا ہے، وہ اپنے طالب علم کو کامیاب ہوتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے، آپ اس بات کو سمجھیں، آپ سے جو کہا جارہا ہے آپ کے فائدے کے لیے کہا جارہا ہے، آپ کے فائدے میں ہم لوگوں کا فائدہ ہے، جن لوگوں نے مقصد کے ساتھ علم حاصل کیا، تو انہوں نے باہر نکل کر انقلاب پیدا کردیا، ہمارے بڑوں کی مثالیں دیکھئے، جنہوں نے اپنے علم سے پوری دنیا کو بدل دیا، علم کی روشنی سے پورے پورے علاقے کو روشن کردیا، انہوں نے طالب علمی کے زمانے میں کس طرح محنت کی ہوگی؟ آپ نابینا علماء کے بارے میں کتاب پڑھئے اور ایسی کتابیں دیکھئے جن میں علماء کے وقت کی قدر کرنے کا تذکرہ ہے، علماء کی محنتوں کا تذکرہ ہے، انہوں نے انتھک محنتوں کے بعد اس مقام کو حاصل کیا اور ایسے آپ کو ہزاروں ملیں گے جنہوں نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں محنت نہیں کی اور فارغ ہوگئے اور باہر جاکر کہیں ملازمت کرلی، کوئی کاروبار کرلیا، کیوں کہ علم کی کچھ خدمت کرنے کی صلاحیت ہی نہیں تھی، علم سے فائدہ نہیں اٹھایا تھا اور اس کی وجہ سے ان کے علم میں وہ کمال پیدا نہیں ہوا، جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے، آخر میں ان کے لیے کاروبار میں لگنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا، زندگی گذارنے کے لیے کچھ تو کرنا پڑتا ہے، حالات کسی کو معاف نہیں کرتے، آپ جیسا کریں گے ویسا ہی نتیجہ نکلے گا تمناؤں اور امیدوں سے کام نہیں چلے گا، رزق تو اللہ دے گا، اللہ نے جب آپ کو یہ موقعہ عطا فرمایا ہے اس موقع کا اگر فائدہ نہ اٹھائیں گے تو افسوس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

عزیزو! سال شروع ہورہا ہے، یہ موقع ہے عزم کرنے کا، پختہ ارادہ کرنے کا کہ آپ صحیح طالب علم بنیں گے، طالب علم کا مقصد علم دین ہونا چاہئے، آپ دیکھئے کہ ہمارے اسلاف نے کس طرح سے دین کا علم حاصل کیا تھا؟ پہلے مدارس کا اس طرح نظام نہیں تھا، لوگ معلوم کرتے تھے کہ کہاں کون عالم ہے اس کے یہاں چلے جاتے تھے وہ صرف ان کو پڑھاتا تھا، اس کے ذمہ اور کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی تھی، طالب علم کو خود ایسی جگہ کا انتظام کرنا ہوتا تھا، رہنے کا، کھانے پینے کا انتظام خود کرنا ہوتا تھا، وہ خود محنت کرتا تھا، اپنے کام کو خود نپٹاتا تھا، علم کے لیے محنت کرتا تھا، اس وقت امتحان کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، امتحان تو ان سے لیا جاتا ہے جن کے متعلق یہ معلوم ہو کہ اگر ان کا امتحان نہ لیا جائے، تو وہ محنت نہیں کریں گے، آج آپ لوگوں کو اگر معلوم ہوجائے کہ امتحان نہیں ہوگا تو آپ محنت چھوڑ دیں گے، ایسا نہیں ہونا چاہئے، دین کا تقاضہ تو یہ ہے کہ امتحان ہو یا نہ ہو آپ کو دین کا علم حاصل کرنا ہے۔

ہمارے ایک بزرگ مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک استاد ملنے کے لیے گئے، بات ہوئی اور مولانا نے استاد کو گیارہ بجے دن میں آنے کو کہا، تو استاد نے جواب دیا کہ اس وقت تو ہم نہیں آسکیں گے، مولانا عبدالباری صاحب نے استفسار کیا کہ تعلیم کی مدت تو ختم ہوگئی، اب امتحان ہو رہے ہیں، آپ کو آنے میں کیا حرج ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ امتحانات میں شرکت کرنا ہوتی ہے، پوچھا امتحان میں آپ کی شرکت کیسی؟ کہا کہ طلباء کی نگرانی کرنا ہوتی ہے، پوچھا کہ نگرانی کی ضرورت کیوں ہے؟ جواب دیا تاکہ طلباء نقل نہ کریں، تو وہ حیرت کرنے لگے اور فرمانے لگے۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ علم دین حاصل کریں اور چوری کریں، ایسے میں مدارس کو بند کردینا چاہئے، ایسے حصول سے کیا فائدہ؟ دین حاصل

کرنے والا بددیانتی کرے؟ دین کا علم حاصل کر رہا ہے اس میں بھی دھوکہ دے رہا ہے، بہت افسوس کی بات ہے، مدارس تو دین کے لیے قائم ہوئے ہیں، تو یہاں آکر دین حاصل کرنے والا دین سیکھنے میں بددیانتی اختیار کر رہا ہے، وہ علم دین کا طالب علم کہلانے کا حقدار ہے، دھوکہ دینا، بددیانتی کرنا تو کسی بھی کام میں ہو، گنجائش نہیں ہے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دینی مدارس میں امتحانات نہ ہوں، طلباء کی دیانت شبہ سے بالاتر ہو، لیکن استعداد کو جانچنے کے لیے امتحان ضروری ہوتا ہے، امتحان سے بات معلوم ہوتی ہے کہ طالب علم اگلے درجے کا مستحق ہے یا نہیں، آپ طالبانِ علوم نبوت ہیں، تو آپ صحیح طور پر دین کے طالب علم بنئے، اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ آپ خوشدلی سے تعلیم حاصل کریں گے، اور آپ کو لطف بھی آئے گا، آپ محنت سے پڑھیں گے تو کامیاب بھی رہیں گے، اور یہ خوشی ہوگی کہ ہمارا علم سچا ہے، ہمارا علم جھوٹا نہیں ہے، جھوٹا علم تو وقت پڑنے پر ساتھ بھی نہیں دیتا، جہاں ایسا موقع ہوگا شرمندگی اٹھانی پڑے گی، پوری زندگی نقصان رہے گا، اگر سچے علم کے حامل ہوں گے تو جہاں جس محفل میں بیٹھیں گے آپ کی بات لوگ دھیان سے سنیں گے، اور فارغ ہونے کے بعد خوشی ہوگی کہ ہم نے علم محنت سے حاصل کیا ہے، ہم نے علم حاصل کرنے میں بددیانتی نہیں کی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو فضیلت آئی ہے وہ آپ کو حاصل ہوگی: "ان الملائكة لتضع أجنحتها لطالب العلم رضا بما صنع". حدیث میں ہے کہ دینی طلباء کے لیے فرشتے پر بچھاتے ہیں، یہ کتنے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ فرشتے آپ کے لیے پر بچھائیں، آپ سوچئے، اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے؟ لیکن کون سے طلباء کے لیے یہ اعزاز ہے؟ کیا بددیانتی کرنے والے طالب علم کو یہ اعزاز ملے گا؟ جھوٹے طالب علم کو یہ فخر حاصل ہوگا؟ جان لیجیے کہ فرشتے دھوکہ نہیں کھاتے، تو ایسے طالب علم سے دنیا بھی گئی اور آخرت بھی برباد ہوئی، جو طالب علم محنت کرتا ہے تو یہ سوچتا ہے کہ ہمارے لیے کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے کہ ہم نے تو پڑھا ہے اور ہماری کاپی میں کوئی غلطی نہیں ہے، اس لیے کہ اس کو اپنی محنت پر اعتماد ہوتا ہے، آپ تحصیل علم دین کے راستہ میں ہیں، یہ آپ پر خدا کا فضل ہے آپ کو اس فضل کی قدر کرنی چاہیے اور فضل کی قدر یہ ہے کہ اللہ کے حکموں کی پابندی ہو اور اس کی نافرمانیوں سے بچیں، اور دوسروں کو بچائیں، آپ دین کے طلباء ہیں، آپ کی زندگی کا طور وطریق دیکھنے سے معلوم ہونا چاہیے کہ آپ دینی طالب علم ہیں، آپ اگر کالج کے اسٹوڈنٹ کی طرح زندگی کا رخ بنائیں گے کہ دیکھنے میں دینی طالب علم ہیں اور عادات واطوار میں آپ کالج کے طلباء کی طرح ہوں، ان ہی جیسے اخلاق وعادات، انہی کا طریقہ آپ کا ہے تو یہ دین کے خلاف ہے۔

علوم دینیہ کے طالب علم بننے کے فیصلہ کے ساتھ یہ فیصلہ بھی کرنا ہوتا ہے کہ آپ نے کس بڑے مقصد کا ارادہ کیا ہے، اور اسکا کیا تقاضہ ہے؟ آپ کو کس طرح کا طالب علم بننا ہے؟ دین کے تقاضوں کے ساتھ اگر آپ صحیح طالب علم بننا چاہتے ہیں، اخلاقی لحاظ سے، محنت کے اعتبار سے، دیانت کے اعتبار سے اچھا معیار قائم کرنا ہے، تو درجوں کی پابندی ہو، پڑھائی کی پابندی ہو، مذاکرہ ومطالعہ کا اہتمام ہو، آپ تعلیم کے مرکز میں اسی لیے آئے ہیں، درجات میں استاد کی بات پابندی سے سنئے، اس لیے کہ اللہ نے اس کو جو قابلیت دی ہے اس سے آپ کو بھی حصہ ملے، اگر آپ استاد سے فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ نہ کریں گے، تو آپ کے بجائے دوسرے کی طرف استاد کی توجہ مرکوز ہو جائے گی اور آپ کو استاد کی توجہ نہ ملے گی، پھر غیر درسی اوقات کو بھی صحیح صرف کیجئے، گھومنے پھرنے سے بازاروں کے چکر لگانے سے، پارکوں میں وقت گذارنے سے بچئے۔

اسی طرح خالی خولی مجلسوں میں وقت گذارنے سے بھی بچئے، ان میں بیکار باتیں ہوتی ہیں اور وقت ضائع ہوتا ہے، آپ وقت کی دولت کو غلط اور بیکار کاموں میں صرف نہ کریں، اسی طرح اپنے اخلاق و کردار کو اچھے سے اچھا بنانے کی بھی کوشش کریں کہ اسی سے انسان پہچانا جاتا ہے، آپ کے اخلاق اور دنیاوی مقاصد کے لیے تعلیم حاصل کرنے والوں کے اخلاق میں فرق ہونا چاہیے، آپ کو ایسی عادتوں سے، ایسے کاموں سے بچنا چاہئے جس سے آپ کی شخصیت مجروح ہوتی ہو، اپنی قدر پہچانئے، اس سے اللہ کی مدد آپ کے شامل حال ہوگی، اللہ تعالیٰ بندے کی طلب کو دیکھتا ہے اور اس طلب پر جب بندہ تھوڑی سی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت عطا فرماتا ہے، لیکن بندہ اگر خود لینا نہ چاہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ آپ لینا چاہیں اور وہ زبردستی آپ کو عطا کرے۔ آپ کی طلب پر اس کی طرف سے نوازش ہوگی۔ اگر ان باتوں کو اختیار کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ آپ بہت ترقی کریں گے اور اللہ کے یہاں آپ کی مقبولیت ہوگی اور آپ کو روحانی واحسانی کیفیات حاصل ہوں گی، آپ اپنے یہاں آنے کے مقصد کو سمجھیں اور مقصد کے مطابق عمل کریں، ہم آپ کو اپنا طالب علم سمجھ کر یہ باتیں کر رہے ہیں، استاد اپنے طلباء کا بھلا چاہتا ہے، اپنے طالب علم کو اپنا عزیز سمجھتا ہے، دنیا اسی کے سامنے جھکتی ہے اور اسی کو مانتی ہے جو دنیا سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا لے، آپ اپنے اندر امتیاز پیدا کر کے اپنا مقام بنایئے، اس طرح کہ دنیا آپ کو ماننے پر مجبور ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے آمین۔

☆☆☆☆☆

سچی باتیں

ربیع الاول کے بعد ہم اپنا جائزہ لیں!

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

ربیع الاول کا مہینہ ختم ہو گیا، جس مہینہ میں دنیا کے لئے آخری اور انتہائی پیام رحمت لانے والا دنیا میں آیا تھا، اس کی آخری تاریخ آگئی، اب گیارہ مہینے تک پھر اسی بابرکت مہینہ کی آمد کا انتظار دیکھنا ہوگا اور اس درمیان میں خدا معلوم کتنی زندگیاں ختم ہو چکیں گی، قبل اس کے کہ دوسروں کو حساب دینا پڑے، ذرا آیئے ہم اور آپ مل کر خود اپنا اپنا حساب کر لیں۔

ہمارے سرور وسردار ﷺ نمازیں بہت کثرت سے پڑھتے تھے، ہم نے اس مہینہ میں کوئی نماز ترک تو نہیں کی؟ فرض نمازوں کے علاوہ وہ نماز تہجد پابندی واہتمام کے ساتھ پڑھتے تھے، ہم نے بھی سنتوں اور نفلوں کی پابندی پر کچھ توجہ کی؟ ان کے لئے دنیا میں سب سے زیادہ دلچسپ چیز نماز تھی، ہم نے نمازوں میں کچھ دل لگایا؟ ان کے انتہائی لطف ولذت کی چیز رکوع وسجود تھی، ہم نے بھی کچھ ذوق ان سے پیدا کیا؟ وہ نماز اس طرح ادا فرماتے تھے کہ گویا پروردگار کا بالکل سامنا ہے، ہم کو نماز پڑھنے میں کچھ دھندلا سا تصور بھی اس طرح کا پیدا ہوا؟ ان کو حالت نماز میں گریہ وبکا ہوتا تھا، ہماری آنکھیں بھی خشیت الٰہی سے کبھی نم ہوئیں؟ وہ دوران نماز میں دنیا کی ہر فکر سے بالکل آزاد ہو جاتے تھے، ہم کو وسوسوں سے کچھ دیر کے لئے بھی نجات ملی؟

ماہ مبارک ربیع الاول میں ظاہر ہونے والا ہمارے سردار وآقا ﷺ (جس پر خدائے رحمٰن و رحیم کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں) دوسروں سے کام لینے کے بجائے خود دوسروں کے کام کر دیا کرتے تھے، ہم کو بھی ایسی توفیق کبھی نصیب ہوئی؟ حضور ﷺ سب سے نرمی اور محبت کے ساتھ پیش آتے تھے، ہم نے بھی اپنا برتاؤ ایسا رکھا؟ وہ سب کے ساتھ خاکساری وفروتنی برتتے تھے، ہم نے بھی اپنے دل کو جھکایا؟ وہ اپنی مجلس میں کسی کی بدگوئی وشکوہ شکایت کے روادار نہ تھے، ہم نے اپنی زبان کو غیبت وبدگوئی سے کہاں تک باز رکھا؟ وہ دوست ودشمن، اپنے اور بیگانے سب کی خدمت کرنے والے تھے، ہم نے رحمت عالم کی پیروی کی کچھ بھی کوشش کی؟ وہ ہمیشہ کم کھاتے اور بعض اوقات فاقہ بھی فرماتے تھے، ہم بھی اپنی بھوک اور اپنی زبان کے چٹخارہ کو اپنے قابو میں لا سکے ہیں؟ وہ لباس بہت ہی سادہ زیب جسم فرماتے تھے، ہم نے بھی لباس کے تکلفات کو غیر ضروری سمجھنا شروع کیا ہے؟ وہ غریبوں سے میل جول رکھنا پسند فرماتے تھے، ہم کو غریبوں سے زیادہ ملنے میں کچھ تامل تو نہیں ہوتا؟ وہ بجائے نسب وفخر کرنے کے سارا زور حسن عمل اور نیک کرداری پر دیتے تھے، ہم بھی اپنے دلوں میں یہ جذبہ وولولہ پیدا کر سکے ہیں؟ روپیہ پیسہ کی فکر ان کے پاس تک نہ آتی تھی، ہم بھی اپنے تئیں روپیہ پیسہ کی فکروں سے آزاد کر سکے ہیں؟ ان کا وقت دوسروں کی خیر خواہی وخبر گیری میں صرف ہوتا تھا، ہم نے بھی اپنے وقت کا کچھ حصہ اپنی ذات وتن کی پرورش کے علاوہ کسی کام کے لئے الگ کر رکھا ہے؟

اگر ہم نے ان میں سے کسی چیز پر توجہ نہیں کی تو ہمارے لئے ربیع الاول کا آنا اور نہ آنا یکساں رہا، ہمارے لئے سرور عالم ﷺ کا ظہور بیکار رہا، ہمارے لئے آفتاب ہدایت کا طلوع لاحاصل ہی رہا، بارش ہوئی اور ہم نے اپنی کھیتی سوکھی رہنے دی ہوا چلی اور ہم نے اپنا پھول کھلنے نہیں دیا، آفتاب چمکا اور ہم نے اپنی آنکھیں بند رکھیں۔

اس میں قصور کس کا ہے؟ اسکی ذمہ داری کس کے سر پر ہے؟ اس کی بابت سوال خود ہم ہی سے ہوگا یا کسی اور سے، اس وقت کے لئے ہم کوئی صفائی اپنے پاس موجود رکھتے ہیں، اگر آج ان سوالات کو غیر ضروری سمجھ کر ہم سرسری نظر سے انہیں ٹال دینا چاہتے ہیں تو آج بے شبہ ہمیں اختیار حاصل ہے، لیکن 'کل' جب یہ اختیار باقی نہ رہے گا، 'کل' جب غفلت کا پردہ اٹھ چکا ہوگا، 'کل' جب ہنسی اور تمسخر پر قدرت نہ باقی رہے گی، 'کل' جب ہر شے آئینہ ہوگی، 'کل' جب مادی قوت پناہ نہ دے سکے گی، 'کل' جب تلافی کا کوئی موقع باقی نہ رہے گا، 'کل' جب اپنی بے بسی اور بے کسی پوری طرح روشن ہو چکے گی، اس وقت؟ اس وقت خدائے رحمٰن ورحیم ہی ہماری، آپ کی مشکل کو آسان کرے۔

('سچ' لکھنؤ، ۲/اکتوبر ۱۹۲۵ء)

فیضان نبوت

آخری قسط

انسانی زندگی کی تشکیل میں سیرت نبوی کا حصہ

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

عجیب بات ہے کہ اسلام کو محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے جو بدنام کیا گیا ہے وہ خواتین ہی کے ذریعہ، عورتوں ہی کے ذریعہ، عورتوں کی حق تلفیوں کو بیان کیا گیا ہے کہ اسلام عورت کی حق تلفی کرتا ہے، ہم شاید اس طرح سے پیش نہیں کر سکے کہ ہم ان ذرائع، ان وسائل کو کام میں لا کر کے دنیا کے سامنے روبرو کر سکیں، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکیں کہ اسلام ہی ہے جو خواتین کو عزت دیتا ہے، خواتین کو ہم عزت دیتے ہیں، اسلام ان کو مقام دیتا ہے، انجیل میں تلاش کیجئے کوئی سورۃ ہے ان کے پاس جو خواتین کے نام سے ہو؟ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور ابدی پیغام ہے، سرمدی پیغام ہے، اللہ رب العزت نے پوری سورۃ نازل فرمائی "سورۃ النساء" خواتین کے نام سے ہے، اس سے بڑا اعجاز اور کیا ہو سکتا ہے؟ سورۃ الرجال قرآن پاک میں نہیں ہے، قرآن پاک کے اندر چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں اور ایک سو چودہ سورتیں ہیں، ان میں ایک سورۃ ایسی نہیں کہ جو یہ کہا جائے کہ سورۃ الرجال ہے۔

'سورۃ النساء' ایک بڑی سورۃ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کھول کھول کر بیان کیا ہے خواتین کے مسئلے کو اور یہی نہیں بلکہ ایک چھوٹی سورۃ بھی اللہ رب العزت نے عطا فرمادی جوان کا مخصوص مسئلہ ہے، اجتماعی زندگی کے اندر، سماجی زندگی کے اندر جو حقوق ہوتے ہیں، باہم جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں، اگر باہمی اختلافات ہیں تو سورۃ الطلاق بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اور یہی نہیں بلکہ اللہ نے ان کو جن کے بارے میں کہا: ﴿لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ﴾ بیٹا بیٹی جیسا نہیں ہے۔ حضرت مریمؑ کی ولادت ہوتی ہے، ان کی والدہ محترمہ نے نذر مان رکھی ہے کہ بیٹے کی ولادت ہوگی تو میں اس کو وقف کردوں گی اللہ تعالیٰ کی خدمت کے لیے؛ لیکن بچی پیدا ہوئی آپ کہہ رہی ہیں: اے اللہ! میں نے تو یہ مانی تھی: ﴿نَذَرْتُ لَكَ﴾ تیرے لیے نذر مانی تھی؛ لیکن کیا کہتیں بچی پیدا ہوگئی، اندازہ لگائیے کہ مسیحی یا یہودی سماج کے اندر عورت کو کس نظر سے دیکھا جارہا تھا، عورت اس لائق نہیں سمجھی جارہی تھی کہ وہ چرچ کے اندر جائے یا دیر کے اندر وہ خدمت کر سکے، عبادت کر سکے، یہ مریمؑ وہ ہیں جن پر اللہ رب العزت کی خاص عنایت ہے، خاص رحمت ہے اور جن کا اظہار کیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ خواتین میں حضرت مریمؑ ہیں کہ جب ان کی ولادت ہوئی تو شیطان نے ان کو نزغ نہیں کیا، شیطان جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو آکر ان کو چٹکی لیتا ہے اور اس کی بناء پر بچہ روتا ہے، چیخ مارتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے شیطان کی اس حرکت سے محفوظ فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر ایک کے ساتھ شیطان ہوتا ہے، میرا شیطان بھی ہے وہ تابع ہوگیا ہے فرماں بردار ہوگیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو یہ اعزاز عطا فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار فرمایا، اس سے اندازہ لگائیے کہ اگر عورت (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں باعزت نہ ہوتی تو اس امتیاز کا تذکرہ آپ نہ فرماتے؛ لیکن آپ ﷺ نے تذکرہ فرمایا۔

آپ غور کیجئے آیت میراث پر، میراث کے تعلق سے اللہ کا حکم آیا، تم مردوں کو کتنا ملے گا، اللہ نے 'معیار' کس کو بنایا؟ مرد کو نہیں بنایا، بیٹے کو نہیں بنایا ہے، کس کو بنایا؟ بیٹی کو بنایا: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء)

اللہ تعالیٰ تمہیں وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے تعلق سے، قرآن میں میراث کے بارے میں وصیت ہے کہ بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر ملے گا، معیار بیٹا نہیں بیٹی ہے، شریعت نے دو بیٹیوں کو معیار بنایا، اگر دو بیٹیاں ہیں تو ایک بیٹا دو بیٹیوں کے برابر پائے گا تو معیار بیٹی کو بنایا۔

اب یہ اگر کسی کو اشکال پیدا ہو کہ بیٹے اور بیٹی میں فرق کیا ہے؟ شریعت میں بیٹے کو دوہرا حصہ ہے اور بیٹی کو ایک حصہ ہے، تو حقیقت یہ ہے کہ بیٹی کے لیے مختلف ذرائع ہیں، بیٹی، بیٹی کی حیثیت سے میراث پاتی ہے، بیٹی، بیوی کی حیثیت سے میراث پاتی ہے، بیٹی، ماں کی حیثیت سے میراث پاتی ہے، تین اس کے پاس ذرائع ہیں اور بیٹا ایک ہی پاتا ہے اور بیٹی پر ذمہ داریاں بھی نہیں ہیں، بیٹی پر گھر چلانے کی ذمہ داری نہیں، ماں کے اوپر گھر چلانے کی ذمہ داری نہیں، بیوی پر گھر چلانے کی ذمہ داری نہیں، بیماری، دوا علاج کی ذمہ داری کس کے اوپر ہے؟ شوہر کے اوپر، بیٹی کا لحاظ باپ کو کرنا ہے اور ماں ہونے کی صورت میں بیٹے کریں گے، اگر بیٹے نے کوئی کوتاہی کی تو اللہ تبارک تعالیٰ کے یہاں گرفت ہوگی، کیونکہ اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "جنت ماں کے پیروں کے نیچے ہے"۔

حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر گئے، آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ جنت میں میرا 'مصاحب' کون ہوگا جو آج اس دنیا میں موجود ہو، رب کریم! اس کی تعین فرمادی جائے، اللہ رب العزت نے کہا کہ بازار میں ایک چھوٹی سی دکان ہے، وہاں ایک نوجوان گوشت بیچتا ہے وہ تمہارا مصاحب ہے، حضرت موسیٰؑ کوہ طور سے آئے، منڈی گئے، تلاش کرتے ہوئے گوشت فروخت کرنے والے نوجوان کی ایک چھوٹی سی دکان نظر آئی جو کہ ایک کونے میں تھی، وہ گوشت کاٹ رہا تھا، آپ کھڑے رہے، انتظار کرتے رہے۔

انتظار کرنے کے بعد جب اس نے اپنی دکان بڑھائی اور چلنے لگا تو اس کے پاس آکر آپ نے کہا: میں ایک اجنبی ہوں، میں آج آپ کے گھر میں قیام کرنا چاہتا ہوں، مجھے کیا آپ مہمان بنا سکتے ہیں؟ اس نے کہا: بہت اچھی بات ہے، مہمان آئیں تو رحمت آتی ہے، حضرت موسیٰؑ اس کے گھر گئے تو پورا گھر خالی تھا، اس نے کہا میری ماں کمزور ہے، عمر دراز ہے، ان کو میں نے کھونٹی پر ٹانگ دیا ہے، اس لیے کہ یہ بیٹھ بھی نہیں سکتی، اپنا کوئی کام بھی نہیں کر سکتی، میرے گھر میں میرے سوا کوئی اور نہیں ہے، میں نے شادی اس لئے نہیں کی کہیں ایسا نہ ہو کہ بیوی کے آنے کے بعد بجائے خدمت ہونے کے کوئی اور مسئلہ کھڑا ہو جائے، اس عمر میں میں ان کی خدمت کرلوں، میں صبح جاتا ہوں تو انکو کھلا پلا کر، اس لئے میں ان کو ٹانگ دیتا ہوں کہ کہیں ان کو چوہا کاٹ نہ دے، بلی پریشان نہ کرے، تو اس لیے میں نے ایسا کیا، پھر اس نے گوشت ابالا، اس کا سوپ تیار کیا، اس کے بعد چمچ سے پلایا اپنی ماں کو، موسیٰؑ کھڑے ہیں، اس کے بعد پھر اس نے اپنی ماں کو لٹا دیا، پھر موسیٰؑ نے اس سے پوچھا (وہ میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں) کچھ پتہ ہے کہ تمہاری والدہ کیا کہہ رہی تھیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے کچھ نہیں سنا، ہاں ان کے ہونٹ ہل رہے تھے، حضرت موسیٰؑ اللہ کے پیغمبر تھے، اگر اللہ تعالیٰ سنائے تو چیونٹی کی ایک چال کی آواز بھی سنادے، اللہ کے لیے کوئی بعید نہیں، سنا دیا اللہ نے، موسیٰؑ نے کہا کہ تمہاری ماں اس وقت یہ دعا کر رہی تھی کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو تو حضرت موسیٰؑ کا مصاحب بنا دے، یہ ہے ماں کی دعا۔

ماں کی خدمت کا صلہ یہ ماں کی طرف سے ہوتا ہے کہ جس سے اس کا دل خوش ہوتا ہے تو یہ چیز ملتی ہے، یہ اللہ کے رسول محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت تو ماں کے پیروں کے نیچے ہے، لہٰذا اگر اولاد نے ماں کی قدر نہیں کی تو ظاہر ہے کہ جو چیز اس کے پیروں کے نیچے ہے، وہ کہاں اس کو نصیب ہو سکتی ہے اور باپ کے تعلق سے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: "اوسط ابواب الجنۃ" باپ جنت کا سب سے عمدہ دروازہ ہے، مین گیٹ کون ہے؟ باپ ہے۔ باپ کا تعلق جنت کے اعتبار سے اولاد کے تعلق کے واسطے سے ابواب الجنۃ قرار دیا گیا ہے، لہٰذا باپ کی بھی بڑی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اولاد کو اس مقام پر لے آئے کہ وہ ماں کے حق کو بھی سمجھے اور باپ کے حقوق سے بھی واقف ہو، اگر باپ نے اس کی رعایت نہیں کی تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ وہ عطیہ، وہ تحفہ، وہ سوغات جو باپ کی طرف سے سب سے بہتر شکل میں اولاد کے لئے ہو سکتی ہے وہ اچھی تربیت ہے، اگر تربیت صحیح نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ باپ گردن زدنی کا مستحق ہوگا، پکڑا جائے گا۔ اگر کسی کی دیوار گر جائے تو صاحب مکان کی گرفت ہوتی ہے، اس سے جو نقصان ہوتا ہے اس کا وہ خود کفیل ہوتا ہے، ایک معمولی دیوار گرنے کے بعد جب وہ ذمہ دار ہے تو اولاد جیسی نعمت اللہ رب العزت نے عطا فرمائی ہے اس کی فکر نہ کرے؟! اسی لئے اللہ کے رسول محمد ﷺ نے فرمایا: "ثلاثة لا يدخلون الجنة أبدا" تین حضرات تو ایسے ہیں جو جنت میں ہرگز نہیں جائیں گے، صحابہؓ نے سوال کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ وہ کون لوگ ہیں؟ "قال الديوث" یہ "الدیوث" کون ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیوث وہ ہے جو اپنے گھر کی فکر کرتا ہے، کماتا بہت ہے، گھر میں فرنیچر (Furniture) کی فکر کرتا ہے، دواؤں کی فکر کرتا ہے، عمدہ قسم کی چیزیں لانے کی فکر کرتا ہے، کھلانے پلانے کی فکر کرتا ہے؛ لیکن ذہن سازی وہ نہیں کرتا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بن جائے، اللہ کا مطیع بن جائے، اللہ کے حکموں پر چلنے والا بن جائے، اس کی فکر وہ نہیں کرتا ہے۔ دیوث وہ ہے جس کو اس بات کی پرواہ نہ ہو کہ کون اس کے گھر میں آرہا ہے؟ کون جارہا ہے؟ حجاب رخصت ہو جائے، پردہ کا تذکرہ نہ رہے، ہائی، فائی (Hi -Fi) ہونا ایک تصور بن جائے، اللہ کے رسول ﷺ تو یہ سناتے ہیں کہ یہ دنیا جو بھی آپ کو تمغۂ امتیاز عطا فرمائے، وہ امتیاز نہیں بلکہ وہ انہیار ہے، وہ کامیابی نہیں ہے وہ ناکامی ہے، سیرت ہمارے سامنے کھڑی ہو کر کہتی ہے کہ وہ غلط ہے اور اسی سیرت کا سدا بہار درخت ہے جو ہمیشہ ثمر لانے والا ہے اور ہمیشہ اس کے گل و بوٹے تر و تازہ ہیں۔

لہٰذا سیرت ہمیں بتا رہی ہے، اللہ کے رسول محمد ﷺ ہمیں بتا رہے ہیں، اس تناظر میں ہم غور کریں کہ ہم کہاں پر ہیں؟ کہاں پر کھڑے ہیں؟ کس چوراہے پہ ہیں؟ کس کگار پر ہیں؟ کہاں گرتے چلے جارہے ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے آقائے رسالت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا، جس میں آنے کے لیے حضرت موسیٰؑ تمنا کرتے رہے، عیسیٰؑ مچل مچل کے بشارتیں سناتے رہے، آج اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کی امت میں یہ موقع عطا فرمایا، امتی بنایا اور آج ہمارا حال کیا ہے کہ آپ کی سنت سے ہم روگرداں ہیں، آپ کی سیرت اور آپ کے طریقے سے ہم دور ہیں، کیونکہ ہم دوسروں کے طریقے اپنا رہے ہیں۔

سیرت اس لیے نہیں ہے کہ ہم صرف ذہنی طور پر آسودہ ہو جائیں، سیرت اس لئے ہے کہ ہمارے پیر کو ہمارے ہاتھ کو، ہماری نظر کو، ہماری زبان کو، ہماری سوچ کو، ہمارے شعور کو، احساس کو، ہماری صلاحیتوں کو اور استعداد کو صحیح راستے پر لگا دے، جس سے منع فرمایا ہے اس سے رک جائیں۔

اے ایمان والو! لبیک کہو، قبول کرلو تم اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی پکار کو، ایسی پکار جس میں تمہاری

زندگی کی کامیابی مضمر ہے، ناکامیوں سے تمہیں نکلنا ہے، تو اللہ کے رسول ﷺ کی بات مان لو، اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک چیز کو محفوظ کردیا ہمارے لئے، آپ ﷺ کا سونا، آپ ﷺ کا چلنا، آپ ﷺ کا جاگنا، آپ ﷺ کا بولنا، آپ ﷺ کی پسند اور ناپسند، آپ ﷺ کے معاملات، آپ ﷺ کے اخلاقیات آپ ﷺ کی ترجیحات، ساری چیزوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے ایک جگہ کردیا، ایک ایک چیز محفوظ ہے پھر اعلان ہوتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہیں حضور اقدس رسول اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک)۔

آر ایس ایس (RSS) کے بانی گرو گولوالکر (Guru Golwalka) نے بڑے افسوس کے ساتھ ایک بات کہی تھی، جب اس سے سوال کیا گیا کہ آپ اپنی اس شاکھاؤں میں جو مناجات یا عبادت کرتے ہیں جو شاکھائیں ہیں، تو آپ اس میں جھنڈا کیوں لگاتے ہیں اور اسکے سامنے کیوں کھڑے ہوتے ہیں، اس کو آئیڈیل (Ideal) کے طور پر کیوں تصور کرتے ہیں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے اس کے بغیر کوئی شاکھا آپ کی نہیں لگتی ہے، انھوں نے جو بات کہی وہ سننے کے قابل ہے، انھوں نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے ہندوستان کا المیہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں کوئی سماجی زندگی میں جب آگے آتا ہے تو ہم اس کو دیوتا بنا لیتے ہیں، وہ یا تو دیوتا ہوجاتا ہے یا دیوی ہوجاتا ہے اور جب دیوتا یا دیوی ہوجائے تو عام انسان سے اس کی سطح بلند ہوگئی، وہ اب انسانوں میں رہا ہی نہیں، تو انسان کے لیے اس کی زندگی نمونہ کی نہیں ہوسکتی، ہم اس کی زندگی کو نمونہ نہیں بناسکتے ہیں، اس لئے کہ وہ تو دیوتا ہوگیا، تو ماورائے تصور وہ بہت کچھ کرسکتا ہے، لہٰذا ہمارے لئے وہ نمونہ نہیں، تو میں نے بہت تلاش کیا کہ کس کو ہم نمونہ بنائیں، ہر ایک کے ساتھ یہ چیز جڑی ہوئی ہے، لہٰذا میں نے کلر (Colour) کے اس جھنڈے کو، اپنے اس تصور کو گویا اس میں سمیٹ کر کے رکھا اور یہ کہا کہ ہمارے لئے آئیڈیل ہے۔

کیسا افسوسناک منظر ہے یہ جھنڈا کسی کے گھر پر لگا ہوا ہو تو وہ اس کے لیے آئیڈیل ہوسکتا ہے؟ اس میں کسی کی موت واقع ہوجائے اور ہوا تیز چل رہی ہو اور جھنڈا لہرا رہا ہو، برابر میں موت واقع ہوگئی، کیا یہ آئیڈیل ہوسکتا ہے؟ لیکن آدمی تلاش کرتا ہے۔

یہی بات رابندر ناتھ ٹیگور کے ساتھ بھی پیش آئی، رابندر ناتھ کے معاصر راجہ رام موہن رائے نے ایک تحریک تشکیل کی تھی، ایک نظام بنایا تھا، ایک سماجی زندگی کا خاکہ بنایا تھا، جس کو انہوں نے 'برھمو سماج' (Barhamoo Sama) نام دیا تھا۔

علامہ سید سلیمان ندوی کا فرانس کا سفر ہوا تھا، رابندر ناتھ ٹیگور بھی اس جہاز سے سفر کررہے تھے، ساتھ ہوگیا، ملاقات ہوگئی، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ان سے پوچھا: ٹیگور جی! راجہ رام موہن رائے نے جو برھمو سماج کی تشکیل تھی وہ فیل کیوں ہوگئی، ناکام کیوں ہوگئی؟ اس پر ٹیگور جی نے جو جواب دیا وہ حقیقت پر مبنی ہے، رابندر ناتھ ٹیگور نے کہا کہ 'برھمو سماج' کی تشکیل میں تمام مذاہب و ادیان کے قدروں کو میں نے سمیٹا تھا؛ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کے اوپر عمل کرنے کے لئے نمونہ اور آئیڈیل (Ideal) ہمارے سامنے نہیں تھے، کوئی نمونہ کی شخصیت ہمارے سامنے نہیں تھی کہ کوئی آئیڈیل ہمارے پاس نہیں تھا، لہٰذا 'برھمو سماج' ہم نے بنایا ضرور تھا ناکام ہوگیا، کسی بھی کام کے لیے بغیر نمونہ کے کچھ نہیں ہوپاتا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو ہمارے لئے نمونہ بنایا، لہٰذا ہم آج آپ کی زندگی میں کسی قسم کی کوئی چیز تلاش کریں جو ہماری زندگی سے میل کھائے اور ہماری زندگی اس سے روشنی حاصل کرے ہم آپ ﷺ کی زندگی میں اس کو پاسکتے ہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں دو چیزیں جو بہت باوزن ہیں، چھوڑ کے جارہا ہوں: ایک اللہ تبارک تعالیٰ کی کتاب اور اپنی سنت، اپنا طریقہ، لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ تین لوگ ہیں جو جنت میں نہیں جائیں گے: پہلا کون ہے؟ دیوث، جسے اس بات کی پرواہ نہ ہو کہ اس کے گھر میں کون آرہا ہے کون جارہا ہے، کس قسم کا پرچہ آرہا ہے، کس قسم کا سیریل آرہا ہے، کس قسم کی سیریز آرہی ہے، کس قسم کے ویڈیو کیسٹ آرہے ہیں اور انٹرنیٹ (Internet) تو وہ ہے جس نے ساری دنیا کو ایک جگہ سمیٹ کر رکھ دیا ہے، اس سے کیا دیکھ رہے ہیں جو لاکھوں میں کماتا کروڑوں میں کھیلتا ہے، ارب پتی ہے وہ؛ لیکن اس کی فکر نہیں ہے، اللہ نے جو نعمتیں دی ہیں سب سے بڑی نعمت اولاد ہے، ذرا آپ سوچئے گھر سونے چاندی سے بھرا ہو، مگر اولاد نہ ہو، اس عورت سے پوچھئے جس کی اولاد نہ ہو، اس کے دل پر کیا گزر جاتی ہے، ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے وہ اپنے آپ کو ایک باپ کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہے کوئی اور چیز اس کو سکون نہیں دے سکتی اور اس کے تعلق سے وہ غافل ہے، اس کے بارے میں یہ کہا جارہا ہے کہ ہم اس کے 'مخاطب' ہیں۔

دوسری چیز وہ عورت جو مردانہ ٹھاٹھ اختیار کرتی ہے، مردانہ لباس پہنتی ہے، چوٹیوں کو کٹوا دیتی ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ایسے فرشتوں کو پیدا کیا ہے کہ فرشتوں کی تسبیح یہ ہے: پاک ہے وہ ذات جس نے مرد کو داڑھی سے زینت دی اور پاک ہے وہ ذات جس نے عورت کو چوٹی سے زینت دی، اس کی بنیاد پر وہ مقربان بارگاہ ہیں اللہ تبارک نے جنھیں یہ چیزیں دیں وہ کہاں تک اس کی قدر کررہے ہیں، وہ سب ان کے سامنے ہیں، اس سلسلہ میں حضرت عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتی ہیں کہ اگر عورت مردانی جوتی چپل پہن لے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی اس میں شامل ہے۔

اب بتائیں کہ جو عورتیں مردانہ لباس پہنتی ہیں

اور باپ دیکھ کر خوش ہوتا ہے، سمجھتا ہے کہ ہائی، فائی کے لئے یہ ضروری ہے، آج کے ماحول میں اپنی اولاد کو اگر اس طرح ہم پیش نہیں کریں گے تو ہم گویا دوسرے سمجھے جائیں گے، تو ٹھیک ہے کہ دنیا جو سمجھے؛ لیکن اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان حق ہے کہ نہیں؟ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہمارے لئے ہے کہ نہیں اور اللہ کے رسول سے بڑھ کر رحمت للعالمین کون ہوسکتے ہیں؟

آپ ﷺ رحمت للعالمین ہیں، آپ ﷺ کے صدقہ میں آج ہمارا وجود باقی ہے، انبیاء کی امتوں کو ختم کردیا گیا، قوم ثمود کو برباد کردیا، قوم نوح کو اللہ نے ڈبو دیا اور غرق کردیا، حضرت موسیٰ کے ہوتے ہوئے ان کے ۷۰، برگزیدہ ساتھی کوہ طور کی چوٹی پر جاتے ہیں، اللہ سے ہم کلام ہورہے ہیں؛ لیکن انھوں نے ذرا سی گستاخی کی، ان بندوں نے کہا کہ ہم تو اس وقت مانیں گے جب اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، اسی وقت آسمان سے بجلی کڑکی، زمین میں ایسا دھماکہ ہوا جس سے ان کا وجود ختم ہوگیا، نبی نے پھر دعا کی کہ اے اللہ! اگر ہلاک کرنا چاہتا تو گستاخیوں کی وجہ سے پہلے سے ہی ہلاک کرچکا ہوتا۔

آخر اس موقع پر نبی اپنی امت کے لیے بیتاب ہوتے ہیں اور وہ دعا کررہے ہیں کہ ان گستاخیوں کو سامنے نہ لا۔ اے اللہ! اے پروردگار! دنیا اور آخرت میں ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں، ہم آپ کی طرف رخ کررہے ہیں، اللہ تبارک نے فرمایا: دیکھو! عذاب تو جس کو چاہوں گا اس کو پہنچے گا؛ لیکن میری رحمت تو سب کے لئے عام ہے اور پھر اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ میری رحمت تو عام ہے، میری رحمت تو سب کے لئے ہے: "رحمتی وسعت کل شیء"۔

ان سب کے لئے جو نماز قائم کریں گے، جو زکوٰۃ ادا کریں گے اور جو ہماری حکموں پر، ہماری نشانیوں پر ایمان رکھیں گے اور چوتھی چیز ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ ... أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ اس میں حضور ﷺ کی آمد کی بشارت ہے اور کہا گیا کہ ان پر ایمان لائیں گے، انبیاء نے اس عہد کی بنیاد پر اپنی امت کو بتایا اور امت انتظار میں رہی، یہاں تک کہ آج اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے اس نبی امی آخرالزماں کی اس امت میں پیدا کیا تو ہمارے اوپر کتنی بڑی ذمہ داری ہوجاتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ وہ عورت جو مردانہ ٹھاٹ اختیار کرے، بے حجاب نکلے، اپنی عصمت کی وہ حفاظت نہ کرے، اپنی عزت کو وہ پامال کرے، اسے ایک خاص ساخت عطا فرمائی ہے، ایک خاص لباس اس کو عطا کیا، اس کو ایک پہچان عطا فرمائی اور اس کی وہ قدر نہ کرے۔

تیسرا وہ نوجوان ہے، جو شراب میں دھت ہے، شراب پینے والا ہے، اگر شراب کا ایک قطرہ جو زبان پر پڑ جائے تو حدیث میں آتا ہے کہ چالیس روز کی اس کی نماز مقبول نہیں ہوگی، چالیس روز کی نماز کا مطلب یہ ہے کہ چالیس روز کی نماز پڑھنے کا جو ثواب ملتا ہے وہ اجر وثواب ایک قطرہ شراب کے گناہ کو دھو نہیں سکتا، گویا چالیس روز تک اس نے نماز ہی نہ پڑھی۔

آج اس میں ہمارا سماج ڈوبتا چلا جارہا ہے کہ نہیں؟ آج سیرت پکار کر کہہ رہی ہے حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لئے سامنے آرہی ہے اور ہم اس سے آنکھیں بند کئے چلے جارہے ہیں، لہٰذا ایسے وقت میں جب دنیا ہمیں متہم کررہی ہے، ہمیں اپنے اقوال، اپنے افعال، اپنے اخلاق، اپنی کارگزاری اور اپنی سرگرمیوں کے ذریعہ حضور اکرم محمد مصطفےٰ ﷺ کی سیرت اور کردار کو نمایاں کرنا چاہیے، ہم آگے آئیں۔

ہمیں خوشی ہے کہ اللہ رب العزت نے اس دولت سے ہمیں نوازا ہے تو ہم کو اس کا کچھ حق ادا کرنا چاہئے، حضور ﷺ کی سیرت پاک کے آئینہ میں دوسرں کی تصویریں اس میں دکھائی جائیں، نمایاں کی جائیں کہ دیکھو اپنی تصویر کو، تو یہ ذمہ داری بہت اہم ہے اور اس کے لئے ہمیں آگے بڑھتے رہنا چاہئے، اللہ رب العزت کا تو یہ وعدہ ہے کہ اس نے اپنے دین کو اتارا ہے، بھیجا ہے اور یہ دین حق غالب ہوکر رہے گا، چاہے کوئی مانے یا نہ مانے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر گواہ ہے اور اس کی شہادت دے رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو توفیق سے نوازے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

ایڈیٹر "تعمیر حیات" کو صدمہ

استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء ومدیر مسئول "تعمیر حیات" مولانا شمس الحق ندوی کو اس وقت ایک بڑے صدمہ سے گزرنا پڑا جب ان کی بڑی صاحبزادی مختصر علالت کے بعد لکھنؤ میں زیر علاج رہتے ہوئے انتقال کرگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وہ ابھی اپنی عمر کی ۴۴ بہاریں ہی دیکھ پائی تھیں کہ وقت موعود آپہونچا اور اپنے بوڑھے والدین، بھائی، بہن، شوہر اور تین بچوں کو چھوڑ کر رب کریم کے حضور حاضر ہوگئیں۔

دیندار اور وفا شعار خاتون تھیں، انہوں نے اپنی اولاد کے لئے دینی تعلیم کو اختیار کیا اور یہ خوشی بھی دیکھی کہ ان کے بڑے بیٹے نے حفظ قرآن مجید کی سعادت حاصل کی، مرحومہ کے شوہر ماسٹر عبدالحی ایک دینی ادارہ میں تعلیم وتدریس سے متعلق اور صالح فرد ہیں، پورے خاندان نے اس صدمہ کو صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کیا۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت کرے، جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے اور سب کو صبر جمیل سے نوازے، ادارہ مولانا کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے اور قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے۔

☆☆

پیغمبر انسانیت

آخری قسط

محسن انسانیت ﷺ کی انسانیت نوازی

اور مہذب دنیا کا روشن چہرہ

محمد وثیق ندوی

اسلام کی جنگوں کے حالات سامنے رکھتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام لگانے والی اقوام کی تاریخ ملاحظہ کریں تو زمین وآسمان کا فرق معلوم ہوگا۔

گوستاؤ لیبان نے اپنی کتاب ”حضارة العرب“ میں لکھا ہے کہ ”جب صلیبی فوجی قدس میں داخل ہوئے تو آٹھ دنوں تک خون کی ہولی کھیلی اور تقریباً ساٹھ (۶۰۰۰۰) ہزار انسانوں کو موت کی گھاٹ اتار دیا، حتی کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں تک کو بھی بخشا نہیں گیا، سرتن سے جدا کردیئے گئے، پیٹ چاک کردیے گئے، بعضوں کو زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔“ (حضارة العرب: ۳۲۶-۳۲۷)۔

انگریز بادشاہ ہنری چہارم اور ہنری پنجم کے عہد (۱۳۹۹-۱۴۲۲ء) میں کیتھولک کلیسا کی احتسابی عدالتوں نے لاکھوں کی تعداد میں مخالفین کو تختہ دار پر چڑھادیا، اسپین میں اکتیس ہزار (۳۱۰۰۰) لوگوں کو زندہ جلا دیا گیا اور دو لاکھ نوے ہزار (۲۹۰۰۰۰) کو سخت ترین وحشیانہ سزائیں دی گئیں۔ ہائی لینڈ میں چارلس پنجم کے عہد (۱۳۳۷-۱۳۸۰ء) میں ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) افراد موت کی نیند سلا دیے گئے، پھر اس کے بیٹے اور ولی عہد کے عہد میں پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کردیا گیا۔

فرانس میں چارلس نہم کے عہد (۱۵۵۰-۱۵۷۴ء) میں کیتھولک عیسائیوں نے بیس ہزار پروٹسٹنٹ عیسائیوں کو قتل کیا، پھر لوئی چودھویں (۱۶۳۸-۱۷۱۵ء) کے عہد میں بڑی تعداد میں پروٹسٹنٹوں کو قتل کیا گیا اور نصف ملین پروٹسٹنٹ ہائی لینڈ، انگلینڈ، بروسیا اور امریکہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے (تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: قصة الاضطهاد الديني في المسيحية والإسلام / ڈاکٹر توفیق الطویل، ص: ۸۱-۹۹)۔

امریکہ میں اصل باشندے ریڈ انڈین کی آبادی تقریباً ایک سو پچاس (۱۵۰) ملین تھی، لیکن گوروں نے سوائے ایک ملین کے سب کو ختم کردیا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: الإمبراطورية الأمريكية البداية والنهاية / منصور عبدالحکیم، ص: ۸۱-۹۹)۔

فرانس میں جمہوری انقلاب برپا ہوا اور جب فرداً فرداً انسانوں کو قتل کرنا وہاں ممکن نہ رہا تو گلوٹیں ایجاد کرنا پڑیں جو بیک وقت بیسیوں انسانوں کے سروں کو ناریلوں کی طرح اڑا دیتی تھیں، اس جمہوری انقلاب نے مؤرخین کے اندازے کے مطابق ۲۶ لاکھ انسانوں کو گلوٹیوں کی بھینٹ چڑھا دیا۔

اسی طرح روس میں اشتراکی انقلاب نے ایک کروڑ سے زائد انسانوں کو قتل و غارت گری اور برفانی قید خانوں کے حوالے کردیا۔

پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴-۱۹۱۸ء) میں یورپی ممالک نے جرمنی سے اپنے علاقوں کی آزادی کے لئے قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا، اس ہولناک جنگ عظیم میں دس ملین سے زائد انسان مارے گئے اور زخمیوں کی تعداد بیس ملین بتائی جاتی ہے، اس میں روس کے ۱۷/ لاکھ، فرانس کے ۱۳/ لاکھ ۷۰/ ہزار، اٹلی کے ۴/ لاکھ ۲۰ ہزار، آسٹریلیا کے ۸/ لاکھ، برطانیہ کے ۷/ لاکھ ۲۰ ہزار، بلغاریہ کے ایک لاکھ، رومانیہ کے ایک لاکھ، آسٹریا کے ایک لاکھ، ترکی کے ۲/ لاکھ پانچ ہزار، بلجیم کے ایک لاکھ ۲ ہزار، سروماہ نٹی نیگرو کے ایک لاکھ، اور امریکہ کے ۵۰/ ہزار انسان قتل ہوئے۔ (معجم المعارك الحربية / ماجد اللحام، ص: ۶۳-۹۳)

جاپانی اور چینی جنگ (۱۹۳۷-۱۹۴۳ء) میں چینی مقتولین، زخمیوں اور متاثرین کی تعداد پانچ ملین اور ۶۲۰/ ہزار ہے، اسی جنگ میں چین کے مشہور شہر ”نانکین“ میں بھیانک قتل عام ہوا جس میں ۲۰۰۰۰۰/ چینی مارے گئے، اور بیس ہزار عورتوں کا جنسی استحصال ہوا۔ (تاریخ اليابان الحديث والمعاصر / ڈاکٹر ہشام عبدالرؤف حسن، ص: ۲۴۱-۲۴۴)۔

دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹-۱۹۴۵ء) میں طاقت کے نشہ میں مست عالمی سامراجی طاقتوں نے علاقہ پر قبضہ جمانے کے لئے اربوں اور کھربوں پاؤنڈ اور ڈالر کا مالی نقصان کیا اور اس میں مختلف ملکوں کے جو انسان صفحۂ ہستی سے مٹ گئے، ان سب کی مجموعی تعداد ایک کروڑ ۶ لاکھ بنتی ہے، امریکہ کے دو لاکھ بانوے ہزار (۲۹۲۰۰۰) فوجی مارے گئے، سوویت یونین کے سات لاکھ پچاس ہزار (۷۵۰۰۰۰) لوگ مارے گئے، اور چین کا (۲۲۰۰۰۰۰) جانی نقصان ہوا۔ زخمیوں کی تعداد اسی (۸۰) ملین تھی، مالی طور پر صرف امریکہ کا ۳۵۰/ ارب ڈالر خرچ ہوا، جب کہ ایک کروڑ سے زائد شہری گھروں سے بے گھر ہوگئے، لاکھوں انسان معذور ہوگئے اور لاکھوں بچے ایٹمی جراثیم کے اثرات کی وجہ سے آج بھی معذور ہی پیدا ہو رہے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں: موسوعة الحروب / هيثم هلال، ص: ۴۴۵، اور ذاکرة القرن العشرين / ڈاکٹر احمد کنعان، ص: ۹۹)۔

جنگ عظیم دوم کے دوران اگست ۱۹۴۰ء میں جرمنی نے برطانیہ پر سخت فضائی حملے کیے جو پانچ مہینے تک جاری رہے اور ان میں ۲۳۰۰۰/ ہزار شہری مارے گئے۔ (تاريخ أوربا الحديث / هـ - أ - ل - فشر، ص: ۶۷۴)۔

جنگ عظیم دوم میں امریکہ نے جنوری ۱۹۴۳ء میں جرمنی پر حملہ کرکے تقریباً ایک ملین شہریوں کو موت کی گھاٹ اتار دیا اور تین ملین مکانات منہدم کردیئے۔ یہ حملے پوری شدت کے ساتھ جاری رہے یہاں تک برلین کا سقوط ہوگیا اور جرمنی کے اکثر شہر ویران ہوگئے۔ (تاريخ أوربا الحديث / هـ - أ - ل - فشر، ص: ۷۰۲-۷۱۰)

پھر مزید یہ کہ آمنے سامنے کی جنگ تو بہادری کی جنگ سمجھی جاتی ہے، مگر امریکہ نے اس جنگ عظیم دوم میں بغیر مقابلہ کے ہیروشیما اور ناگاساکی کی پرامن آبادی پر ۶/ اگست ۱۹۴۵ء کو ایٹم بم گرا کے ۲/ لاکھ ۳۰/ ہزار انسانوں کو لمحہ بھر میں ہوا میں تحلیل کردیا، اور ۱۵۷۰۰۰/ جاپانی زخمی ہوئے۔ (تاريخ اليابان الحديث والمعاصر / ڈاکٹر ہشام عبدالرؤف حسن، ص: ۲۳۸-۲۴۰)

۱۲/ ہزار ٹن وزنی بم شہری آبادیوں پر برسائے گئے جن کی وجہ سے درجہ حرارت ۵ لاکھ ڈگری فارن ہائیٹ سے زیادہ ہوگیا، ایسے میں انسانیت کا کیا حال ہوا ہوگا، تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

یہ سب کسی انسانی خیر خواہی یا کسی اعلیٰ انسانی مقصد سے نہیں بلکہ صرف علاقہ پر غیر کا قبضہ ہٹانے اور اپنا قبضہ جمانے کے لئے کیا گیا، دوسری جنگ کی ان سب ہولناکیوں کے بعد جو علاقائی قبضہ کے لئے جنگیں ہوئیں، ان میں کورین وار (۱۹۵۰-۱۹۵۲ء) میں جو امریکہ کے کوریا پر قبضہ کرنے کے سلسلہ میں ہوئی تقریباً تین ملین انسان قتل ہوئے، ۱۹۵۱ء میں چینی لیڈر ماؤتسی تنگ نے اپنے مخالفین کے خلاف وحشیانہ کارروائیاں کی جن میں خود اس کے اعتراف کے مطابق ۸۰۰۰۰۰/ مخالفین کو موت کی گھاٹ اتار دیا گیا، یہ چینی لیڈر فخریہ کہا کرتا تھا کہ اس نے ۴۶۰۰۰/ لوگوں کو زندہ دفن کردیا۔ (الصين / كونراد زايتس، ص: ۱۹۷-۱۹۹)۔

۱۹۴۹-۱۹۵۳ء میں مشرقی ترکستان میں چین نے ایک لاکھ مسلمانوں کو قتل کردیا، دین اسلام پر پابندی عائد کردی اور مشرقی ترکستان کا نام بدل کر صوبہ سنکیانگ کردیا۔ (الصين / كونراد زايتس، ص: ۲۵۴)۔

ویتنام جنگ (۱۹۶۴-۱۹۷۵ء) میں امریکہ نے ویتنام کے تین ملین شہریوں کو قتل کردیا، ۳۰۰۰۰۰/ ویتنامی اپاہج ہوگئے، اور ۴۰۰۰۰/ ملک بدر ہوگئے۔ (ذاكرة القرن العشرين، ص: ۱۰۰)۔

۱۹۸۲ء میں اسرائیلی وزیر اعظم ارئیل شارون نے جنوب لبنان کے خیموں میں پناہ گزیں تین ہزار سے زائد فلسطینیوں کو قتل کردیا (المجازر الصهيونية ضد الشعب الفلسطيني / جواد احمد، ص: ۴۶، اور فلسطين التاريخ المصور / ڈاکٹر طارق السویدان، ص: ۳۳۳-۳۳۵)۔

۱۹۹۰ء کی گلف وار میں جو سپر پاور کی سرپرستی میں لڑی گئی ایک لاکھ انسانی جانوں کا ضیاع ہوا۔

۱۹۹۰-۱۹۹۴ء میں روانڈا میں نسل کشی جنگ میں آٹھ لاکھ انسان قتل کردیے گئے، دو ملین ملک سے باہر پناہ گزیں ہوئے، اور نصف ملین ملک کے اندر ادھر ادھر مارے مارے پھرتے رہے اور انہیں ٹھکانہ نصیب نہیں ہوسکا۔ (تقرير حالة اللاجئين في العالم، ص: ۲۴۵-۲۴۷)۔

۱۹۹۲-۱۹۹۵ء میں یورپین ممالک کی سرپرستی میں صربوں نے بوسنیا اور ہرسک میں دسیوں ہزار مسلمانوں کو موت کی گھاٹ اتار دیا اور اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق بیس ہزار سے پچاس ہزار تک مسلم عورتوں کی عزت وآبرو کا پردہ چاک کیا گیا اور تین سو قبروں میں مسلمانوں کو مسخ کرکے دفن کردیا گیا۔ (تفصیل کے ملاحظہ کریں: جمهورية البوسنة والهرسك قلب أوربا الإسلامي / ڈاکٹر

احمد بن علی تمراز، حسین عمر سباھیتش، ص:۶۹-۷۲، تقریر أشكال العنف :۶۰، وموسوعة الحروب/ یثم ہلال، ص:۴۹۴)۔

۱۹۹۴-۱۹۹۷ء چیچنیا میں روس نے ایک لاکھ چالیس ہزار چیچنیائی مسلمانوں کو قتل کردیا اور مسلمانوں کے ساتھ ایسی ایسی گھناؤنی کارروائیاں کی گئیں کہ صرف اس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور روس نے بین الاقوامی سطح پر ممنوع ایٹمی ہتھیاروں کو خوب دھڑلے سے استعمال کیا۔ (تاریخ القوقاز، محمود عبدالرحمٰن، ص: ۱۹۳، نیز مندرجہ بالا معلومات کے لیے دیکھیں: الرحمة في حيلة الرسول صلى الله عليه وسلم، الدكتور راغب الحنفي السرجاني، ۲۰۰۹ء، رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ)

عالمی سپر پاور روس کی مسلط کردہ افغان وار میں جو ۲۵ دسمبر ۱۹۷۹ء سے ۱۹۹۹ء تک ہوئی ۱۰ لاکھ سے زائد انسان مارے گئے اور کروڑوں ڈالر کا نقصان ہوا جب کہ لاکھوں لوگوں کو ابھی تک اپنے گھر کی چھت نصیب نہیں ہوئی (رہبر انسانیت/ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ص: ۳۳۲)۔

دوسری طرف اسلام کی جنگوں کا نقشہ دیکھئے تو نظر آئیگا کہ ان میں صرف ایک ہزار سے کچھ زیادہ افراد اس میں کام آئے، جن میں مسلمان اور ان کے دشمن کے افراد شامل ہیں، پھر بھی نبی اسلام اور اسلام پر ظلم کا الزام وہ لوگ لگاتے ہیں جنہوں نے لاکھوں انسانوں کو محض غیر علاقہ پر قبضہ کرنے یا اپنے علاقہ سے دشمن کو ہٹانے کے لئے موت کی بھینٹ چڑھادیا۔

☆☆☆☆☆

ہماری مطبوعات (جدید ایڈیشن)

۱	سیرت سید احمد شہید (اول)	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	250/-
۲	سیرت سید احمد شہید (دوم)	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	250/-
۳	دریائے کابل سے دریائے یرموک تک	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	110/-
۴	ارکان اربعہ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	120/-
۵	المرتضیٰ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	160/-
۶	دستور حیات	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	100/-
۷	قادیانیت۔ تحلیل وتجزیہ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	100/-
۸	تزکیہ واحسان	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	80/-
۹	تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	60/-
۱۰	قرآنی افادات	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	250/-
۱۱	منصب نبوت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	100/-
۱۲	پاجا سراغ زندگی	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	70/-
۱۳	مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	140/-
۱۴	مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	100/-
۱۵	انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	125/-
۱۶	نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	100/-
۱۵	تحفۂ برما	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	100/-
۱۶	خلفائے اربعہ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	35/-
۱۷	قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف ایک بغاوت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	30/-
۱۸	نیا طوفان اور اس کا مقابلہ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	25/-
۱۹	تاریخ دعوت وعزیمت (اول تا پنجم)	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	1000/-
۲۰	عصر جدید کا چیلنج اور اس کا جواب	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	20/-
۲۱	یاد ایام (مختصر تاریخ گجرات)	حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ	70/-
۲۲	جزیرۃ العرب	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	140/
۲۳	رہبر انسانیت اردو	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	200/-
۲۴	رہبر انسانیت (ہندی)	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	250/-
۲۵	رہبر انسانیت (انگریزی)	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	250/-
۲۶	سلطان ٹیپو ایک تاریخ ساز شخصیت	حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی	30/-
۲۷	مذہب وسائنس	حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ	120/
۲۸	تجدید معاشرت اول	حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ	130/-
۲۹	تجدید معاشرت دوم	حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ	130/-
۳۰	تجدید تصوف وسلوک	حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ	220/-
۳۰	تحریک آزادی میں علماء کا کردار	مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی	250/-
۳۱	سیرت سلطان ٹیپو شہید	مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی	250/-
۳۲	تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات (ہندی)	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	70/-
۳۳	اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء	حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	100/-
۳۴	حدیث نبوی	حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ	120/-
	یہ ساری کتابیں مناسب رعایت پر دستیاب ہیں۔	میزان	5655/-

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

مصارف مع ڈاک خرچ صرف Rs 3099/-

A/c.No,10863759700- State Bank of India Main Branch lko

ACADEMY OF ISLAMIC RESEARCH & PUBLICATION , LUCKNOW

PH NO.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176 - E-mail.airpnadwa@gmail.com

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے تو وہ عورت عدت کہاں گزارے گی شوہر کے گھر میں یا میکہ میں؟

جواب: مرحوم شوہر کا جو مکان ہو، بیوی اسی میں عدت گزارے گی، یہ حکم قرآن اور حدیث سے تاکیدی طور پر ثابت ہے، اس لئے اسی پر عمل کرنا چاہئے، البتہ وہاں عدت گذارنے میں دشواری ہو مثلاً جان ومال یا عزت وآبرو کو خطرہ ہو یا کرایہ کا مکان ہو خود کرایہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو ان صورتوں میں وہ عدت گذارنے کے لئے اپنے میکہ بھی جاسکتی ہے۔ (ردالمحتار:۵/۲۲۶)

سوال: جو عورت عدت وفات گذار رہی ہو اور وہ ملازم پیشہ ہو تو کیا وہ ڈیوٹی انجام دینے کے لئے باہر جاسکتی ہے؟

جواب: اگر نان نفقہ کا انتظام نہ ہو اور عورت کی ملازمت ہی پر اس کا انحصار ہو تو دن میں ملازمت پر جاسکتی ہے، فقہاء نے کسب معاش کی غرض سے دن میں باہر جانے کی اجازت دی ہے۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ:۴/۶۸)

سوال: اگر کوئی عورت عدت طلاق گذار رہی ہو اور شوہر عدت کا خرچ دینے کے لئے تیار نہ ہو تو ایسی صورت میں کیا عورت اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے باہر جاسکتی ہے؟

جواب: طلاق کی عدت گذارنے والی عورت کا نان ونفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے، اس لئے شوہر اس ذمہ داری کو پوری کرے، لیکن اگر وہ اس ذمہ داری کو ادا نہیں کرتا یا وہ اس قابل ہی نہیں ہے کہ اخراجات دے سکے اور اعزہ واقارب بھی اخراجات دینے کو تیار نہیں ہیں تو ایسی مجبوری میں کسب معاش کی غرض سے باہر دن میں جاسکتی ہے۔ (حوالہ سابق)

سوال: عدت گزارنے والی عورت کی طبیعت اگر خراب ہوجائے تو وہ علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ڈاکٹر کو بلا کر معائنہ کرانا ممکن نہ ہو اور بیماری سخت ہو تو علاج کی مجبوری کی وجہ سے ڈاکٹر کے پاس لے جانے یا اسپتال میں داخل کرانے کی اجازت ہوگی۔ (ردالمحتار:۲/۸۵۷)

سوال: ایک شخص وطن اصلی سے دور بغرض ملازمت ایک شہر میں اہل وعیال کے ساتھ مقیم تھا، سوئے اتفاق ان کا انتقال ہوگیا، لاش وطن اصلی لائی گئی تو بیوی بھی لاش کے ساتھ وطن اصلی آگئی، اب سوال یہ ہے کہ یہ عورت عدت کہاں گزارے گی؟ اسی شہر میں جہاں شوہر کے ساتھ رہتی تھی یا وطن اصلی میں جہاں اب پہونچ چکی ہے اور اعزہ واقارب بھی ساتھ ہوں؟

جواب: شرعی اصول کے مطابق شخص مذکور کی تدفین وہیں ہونی چاہئے تھی جہاں انتقال ہوا اور عورت وہیں عدت گزارتی، لیکن اب چونکہ وطن اصلی پہونچ چکی ہے، اس لئے اب سفر کی ضرورت نہیں، اپنے وطن ہی میں عدت پوری کرے گی۔ (ردالمحتار:۲/۸۵۴)

سوال: ایک لڑکی کی شادی ہوئی، ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی اور میاں بیوی کی ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی کہ دونوں کے درمیان کسی بات پر تفریق ہوگئی، کیا اس لڑکی پر عدت گذارنا ضروری ہے؟

جواب: جب لڑکی شوہر کے یہاں نہیں گئی اور نہ میاں بیوی کے درمیان تنہائی ہوئی تو اس پر عدت نہیں ہے۔ (سورۂ احزاب)

سوال: ایک عورت حمل سے تھی کہ شوہر نے جھگڑے کے دوران طلاق دے دی، عورت نے چند دنوں کے بعد اسقاط حمل کرالیا، تو اب کیا اس پر عدت ہے یا نہیں؟

جواب: عورت نے اسقاط حمل کا اقدام غلط کیا ہے، اس کی وجہ سے گنہگار ہوئی، لہٰذا توبہ واستغفار لازم ہے، اب چونکہ حمل ساقط ہوچکا ہے، اسلئے عدت ختم ہوگئی۔ (فتاویٰ ہندیہ:۱/۳۰۲)

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اب عورت عدت کہاں گذارے گی، جبکہ شوہر کا گھر تنگ ہے، بے پردگی کا امکان ہے، بلکہ شوہر کے فسق وفجور میں مبتلا رہنے کی وجہ سے اختلاط کا اندیشہ ہے، کیا ایسی صورت میں میکہ جاسکتی ہے؟

جواب: جس عورت کو شوہر نے تین طلاقیں دے دی ہیں، وہ شوہر پر حرام ہوچکی ہے اور شوہر کے حق میں ایک اجنبی عورت کی طرح ہے، اسلئے اسے عدت کا زمانہ ایسی جگہ گذارنا چاہئے جہاں شوہر کی آمد ورفت اور ملنا جلنا نہ ہوسکتا ہو، مذکورہ صورت میں جبکہ اختلاط اور گناہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے تو عورت کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ میکہ میں عدت گذارے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار:۲/۸۵۵)

سوال: میاں بیوی کئی سال تک ساتھ رہے، آپس میں کچھ رنجش ہوگئی، جس کی وجہ سے عورت میکہ چلی گئی اور تقریباً دوسال سے دونوں میں ملاقات نہیں ہوئی، اسی جدائی کے زمانہ میں شوہر نے طلاق دے دی تو کیا اس عورت پر عدت واجب ہے، جب کہ دوسال سے میاں بیوی کی آپس میں ملاقات نہیں ہوئی اور دونوں علیحدہ رہے ہیں، کیا اس صورت میں عدت ساقط نہیں ہوگی؟

جواب: نکاح کے بعد جب میاں بیوی ایک ساتھ رہ چکے ہیں، اگرچہ اب دوسال سے علیحدگی ہے اور نکاح اس دوران باقی رہا اور اب طلاق ہوئی ہے تو اس عورت پر عدت لازم ہے، زوجین کے ایک ساتھ ازدواجی زندگی گذار لینے کے بعد اگر طلاق وتفریق ہوجائے اگرچہ برسوں دونوں جدا رہے، عدت ساقط نہیں ہوگی۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار:۲/۸۲۵)

☆☆☆☆☆

تذکیر وعمل

امانت کا بلند تصور

سید محمد امین حسنی

جب کسی کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ امانت دار ہے تو دل فوراً یہ فیصلہ کرلیتا ہے کہ اگر کبھی ضرورت پڑی بطور امانت کچھ رکھانے کی تو زحمت انہیں بزرگوار کو دی جائے گی، گویا امانت داری کا مطلب ہے رکھائی گئی رقومات کو بحفاظت لوٹا دینا، امانت داری کا اگر یہ مفہوم مراد لیا جائے تو امانت داری کی چوٹی پر یہودیوں کا وہ ٹولہ نظر آتا ہے جس کے بارے میں قرآن کریم یہ کہتا ہے: ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهٖ اِلَيْكَ﴾.

تو کیا اس بنیاد پر یہودیوں کے اس گروہ کو امانت داری کا لقب دیا جاسکتا ہے؟ جی نہیں! امانت داری صرف مال ومتاع کو محفوظ رکھنے اور واپسی کے مطالبہ پر بحفاظت لوٹا دینے کا نام نہیں، امانت داری کا تعلق زندگی کے صرف کسی ایک شعبہ سے نہیں، بلکہ امانت داری کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں اور تمام پہلوؤں سے ہے، امانت داری کا تعلق عبادات سے بھی ہے، اخلاقیات سے بھی، معاشیات سے بھی ہے، سیاسیات سے بھی، معاملات سے بھی ہے، سماجیات سے بھی، امانت داری اپنے اس وسیع ترین مفہوم کے ساتھ اگر ہمیں کہیں نظر آتی ہے تو وہ صرف انبیاء کرام کی زندگی میں نظر آتی ہے اور خاص طور پر سچائی وامانت داری کا جو سب سے اعلیٰ نمونہ ہمیں ملتا ہے وہ سرکار دوعالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ملتا ہے، امانت داری کے یہی وہ اعلیٰ واکمل نمونے ہیں جن کی پیروی کا ہمیں حکم ہے اور جن کی اتباع ہی ہمارے لئے ذریعہ نجات ہے۔

سورہ بنی اسرائیل کی آیت: ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ہمارے کان، ہماری آنکھیں، ہمارے دل یہ سب عطیہ خداوندی ہیں اور ایک متعین مدت کے لئے ایک مخصوص طریقہ کے مطابق استعمال کی ہمیں اجازت ہے، مدت پوری ہونے پر یہ امانتیں واپس لے لی جائیں گی اور پھر ان کے بارے میں ہم سے سوال کیا جائے گا، کان کے بارے میں پوچھا جائے گا کیا کیا سنا؟ آنکھ کے بارے میں سوال ہوگا کیا کیا دیکھا؟ دل کے بارے میں جواب طلبی ہوگی کیا کیا سوچا، خدا کی عطا کردہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرکے امانت داری کا ثبوت دیا یا ان کا غلط استعمال کرکے خیانت کا ارتکاب کیا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾. اللہ رب العزت نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔ کیا اب اس کے بعد بھی کوئی حق بنتا ہے ہمارا اپنی جانوں اور اپنے مال ومتاع پر، کیا یہ سانس جو چل رہی ہے، دل کی یہ دھڑکن جو جاری ہے رگوں میں خون کی جو یہ روانی ہے، کیا اس پر ہمارا کوئی اختیار ہے؟ کیا یہ ہماری کسی کوشش کا نتیجہ ہے؟ نہیں، یہ سب کرم ہے اوپر والے کا، مہربانی ہے خداوند قدوس کی، رحمت ہے پاک پروردگار کی، تو مرضی کس کی چلے گی، اطاعت کس کی ہوگی، نظر کس کی طرف اٹھے گی، یقیناً مرضی خدا کی، اطاعت خدا کی، اور نظر؟ تو وہ بھی صرف اور صرف خدا کی طرف، اب رہی وہ جنت جس کا وعدہ خداوند قدوس نے فرمایا ہے تو وہ صرف اس کا فضل اور اس کا کرم ہے، اب آپ فیصلہ خود کرلیجئے گا دیانت داری آپ سے کیا کہتی ہے اور امانت داری آپ سے کیا تقاضہ کرتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: "إذا ضيعت الأمانة فانتظر الساعة. قال: كيف إضاعتها يارسول الله؟ قال: إذا أسند الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة". یعنی جب امانتوں کو پامال کیا جائے گا تو قیامت کا انتظار کرو، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ! امانتوں کی پامالی کیسے ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کئے جانے لگیں تو سمجھ لو قیامت قریب ہے۔

اہل کے ہوتے ہوئے نااہل کو ترجیح دینا، مستحق کے ہوتے ہوئے غیر مستحق کا انتخاب کرنا، باصلاحیت افراد کے ہوتے ہوئے بے صلاحیت کو آگے بڑھانا، خیال استحقاق اور اہلیت کا نہیں قرابت داری اور حاضر باشی کا کرنا، یہ سب خیانت کی مثالوں میں سے ایک مثال ہے، ہم میں سے ہر شخص خود ہی اپنا محاسبہ کرسکتا ہے اور اپنے عمل کو حدیث کی کسوٹی پر رکھ کر اپنی امانت وخیانت کو پرکھ سکتا ہے۔

سورہ نساء میں ایک آیت ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾. علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں: یہ لفظ امانت عام ہے اور یہ ان تمام امانتوں پر مشتمل ہے جن کی ادائیگی کا انسان کو حکم ہے، امانت کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں ایک کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، دوسرے کا تعلق حقوق العباد سے۔

حقوق اللہ میں دین کے وہ تمام فرائض و واجبات آتے ہیں جن کا حکم خدا کی طرف سے انسان کو دیا گیا ہے، حقوق العباد یعنی وہ حقوق جو ایک انسان پر دوسرے انسان کے سلسلہ میں عائد ہوتے ہیں، ماں باپ کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، اساتذہ کے حقوق، طلبہ کے حقوق، ملازمین کے حقوق، خریداروں کے حقوق، مشورہ چاہنے والوں کے حقوق، راستہ پوچھنے والوں کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، مسافروں کے حقوق، غرباء کے حقوق، بیماروں کے حقوق، گھر میں کام کرنے والے خادموں اور خادماؤں کے حقوق۔

اسلامی نظام زندگی کا یہ وہ کمال ہے جو دنیا کے کسی بھی نظام میں نظر نہیں آتا، اسلام انسان پر ایک دوسرے کے حقوق عائد کرکے انسانوں کو اس طرح مضبوط کردیتا ہے کہ اگر واقعی ہر شخص اپنے حقوق ادا کرے اور اپنی ذمہ داری نبھائے تو یہ دنیا امن کا گہوارہ اور الفت ومحبت کا نمونہ بن جائے۔

والدین اولاد کے حقوق ادا کردیں، تعلیم کا نظم کردیں، تربیت کا انتظام کریں، ان کی حرکات وسکنات پر نظر رکھیں، ان کو غلط راستہ سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں، اولاد والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کرکے ان کے ساتھ حسن سلوک کرے، خدمت کرکے ان کی دعائیں لے، ان کی ایک ایک خواہش کی تکمیل کو اپنے لئے راہ نجات اور سرمایہ آخرت سمجھے، پڑوسی پڑوسی کا خیال رکھے، رشتہ دار رشتہ دار کی فکر کریں، استاد شاگرد کے ساتھ اچھا معاملہ کرے، شاگرد استاد کا احترام کرے، بیچنے والا ملاوٹ نہ کرے، ناپ تول میں کمی نہ کرے، خریدنے والا نقلی نوٹ اور کھوٹا سکہ چلانے کی کوشش نہ کرے، ملازم اپنی ملازمت کے تئیں پوری دیانتداری برتے، وقت کی پابندی اور کام کی انجام دہی میں ذرا بھی کوتاہی نہ کرے۔

اگر کوئی مشورہ طلب کرے تو اس کو مشورہ دیا جائے، کوئی راستہ پوچھے تو اس کو صحیح راستہ بتایا جائے علاج کے لئے آئے تو اس کے لئے صحیح دوا تجویز کی جائے، مسئلہ پوچھے مسئلہ بتایا جائے، ہر اس عمل سے بچا جائے جو دوسروں کے لئے نقصان دہ ہوسکتے ہوں، ہر اس اقدام سے باز رہا جائے جو دوسروں کے لئے باعث زحمت ہوسکتا ہو، ہر اس فیصلہ سے پرہیز کیا جائے جس کا نتیجہ دوسروں کے حق میں برا نکل سکتا ہو، باقی آپ غور کرتے جائیں، حقوق کی نئی نئی شکلیں سامنے آتی جائیں گی اور آپ کا دل خود ان حقوق کی نشاندہی کرتا چلے گا۔

مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو غلہ بیچ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کے ڈھیر میں اپنا ہاتھ ڈال دیا، اندر سے غلہ بھیگا ہوا تھا، آپ نے غلہ والے سے پوچھا یہ کیا؟ اس نے جواب دیا: بارش ہوئی تھی، بھیگ گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بھیگا ہوا غلہ ڈھیر کے اوپری حصہ میں کیوں نہیں رکھتا تاکہ لوگ دیکھ لیتے۔

ابوداؤد کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مسلمان کی ستر پوشی امانت ہے اور اس کے خلاف عمل خیانت ہے۔

آپ ﷺ کی مجلس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ علم حیا، صبر اور امانت داری کی مجلس ہوتی تھی۔ نہ اس میں کسی کی عیب جوئی ہوتی تھی، نہ کسی کی لغزش کا تذکرہ ہوتا تھا، نہ کسی کا بھید کھلتا تھا، نہ کسی کا راز افشاء ہوتا تھا، نہ کسی پر تہمت لگتی تھی، نہ کسی پر الزام لگتا تھا۔

آپ ذرا ایک نظر ڈالئے اپنی مجلسوں پر، کتنی پگڑیاں اچھلتی ہیں، کتنی دستاریں اُلٹتی ہیں، کتنی قبائیں چاک ہوتی ہیں اور کتنے دامن تارتار، نام اس کو امانت کا دیں گے یا خیانت کا، حساب بہرحال ہم سب کو اس کا دینا ہوگا۔

انسان زمین کی رنگارنگیوں کو دیکھتا ہے، اس کے لہلہاتے پھولوں کو دیکھتا ہے، سرسبز وشاداب درختوں کو دیکھتا ہے اور اس سے غلہ نکالتا ہے، یہ زمین، یہ چاند تارے، یہ ہوا اور بادل، یہ پانی اور پہاڑ یہ سب اپنی گردش میں چل رہے ہیں اور اپنے رب کی امانت کو جو ان کے سپرد کی گئی ہے، بڑی خوبی اور دلجمعی سے ادا کررہے ہیں اور وہ امانت جو انسان کے سپرد کی گئی ہے، جو مخلوقات میں کمزور ہے اور جسم کے اعتبار سے بھی اس کی طاقت کم ہے، عمر بھی محدود اور خواہشات نفسانی میں گھرا ہوا، اتنی بڑی امانت کو کیسے ادا کرسکے گا اور اسی امانت نے انسان کو تمام مخلوقات میں ممتاز کردیا تھا اور اس کی تکریم کا اعلان ملأ اعلیٰ میں خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا اور فرشتوں سے سجدہ کروایا، ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ......﴾ انسان کو خصوصیت صرف امانت کی وجہ سے دی گئی اور اسی پر جزا وسزا کو مرتب کیا گیا۔

☆☆☆

دعائے مغفرت

☆ مولانا عبد القادر ندوی گجراتی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے خسر محترم حاجی احمد میمن کا ۱۷ر فروری ۲۰۱۲ء جمعہ کو پور بندر میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

☆ گجرات میں اسلام پورہ کے مولانا یعقوب ندوی کے والد محترم اور بھتیجہ ایک حادثہ میں ۱۷ر فروری ۲۰۱۲ء ہی کو انتقال کرگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

☆ دفتر "البعث الاسلامی" کے انچارج جناب اختر سہیل کے ماموں کا ۷۵ رسال کی عمر میں ۷ر فروری ۲۰۱۲ء کو موضع بھلوہیا ضلع بلرام پور، یوپی میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

☆ اسی طرح مولانا شاہ ابرار الحق حقیؒ کے خلیفہ حاجی عبد الستار حیدرآبادی، مولانا مسعود عزیزی ندوی کی والدہ ماجدہ اور مولوی الیاس ہاشمی ندوی کی دادی کا بھی انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ رب العزت سب کے ساتھ عفو ودرگذر کا معاملہ فرمائے، قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ☆☆

رپورٹ

مولانا قاری امیر حسن اللہ کے نیک بندوں میں تھے

حضرت مولانا قاری امیر حسن کا یکم ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۴ فروری ۲۰۱۲ء کی صبح ۹۰ سال کی عمر میں ممبئی میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ آپ کے پوتے مولانا محمد قطب الدین نے پڑھائی اور ممبئی کے قبرستان میں سپردخاک کئے گئے۔

قاری امیر حسن کا تعلق ضلع چھپرا (بہار) سے تھا، تعلیم مظاہر علوم سہارنپور میں پائی، قاری عبدالباسط سے علم قرأت سیکھا، بیعت وارادت کا تعلق مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے قائم کیا، ان کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی تربیت میں رہے اوران کے خلیفہ مجاز ہوئے، اپنے استاد مولانا محمود حسن گنگوہی کے حکم کی تعمیل میں مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی سے وابستہ ہوئے اورایک عرصہ تک نائب ناظم بھی رہے، انہوں نے اپنی پوری زندگی مولانا شاہ ابرارالحق حقیؒ کی رفاقت ومعیت میں ہردوئی میں گذاردی، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے بھی استفادہ کیا، ایک طویل عرصہ مدینہ منورہ میں گذار کر قرآن پاک کی خدمت کی، پھر اپنے شیخ کے حکم سے ہندوستان آئے اور ہردوئی میں رہ کر ارتداد کا مقابلہ اور تعلیم کے فروغ کا کام کیا، آپ کے سیکڑوں شاگرد اور مریدین دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔

قاری صاحب کی وفات پر جمعہ ہی کو بعد نماز مغرب مسجد دارالعلوم میں ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی صدارت میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا، جس میں اساتذہ اور طلباء دارالعلوم کے سامنے بڑی مؤثر ومفید باتیں آئیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق سے نوازے۔ [ادارہ]

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

مولانا قاری امیر حسن کی شخصیت سب کے علم میں نہیں ہے، اس لیے کہ ان کے اندر اخفاء حال بہت تھا، وہ نمایاں ہونے سے بہت گریز کرتے تھے، انہوں نے پوری زندگی اپنے کو مٹائے رکھا، اللہ نے انسان کو بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے، بلکہ بامقصد پیدا کیا ہے اوراس کے لیے اپنی خواہشات کو دبانا پڑتا ہے اور قربانی دینی پڑتی ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کو جو صلاحیت دی ہے، وہ اس کو استعمال میں لائے، اس کی مثالیں اللہ سامنے لاتا رہتا ہے تاکہ لوگ اس کو نمونہ بنا کے زندگی گذاریں، کوئی شخصیت جاتی ہے تو اپنی یادیں چھوڑ جاتی ہے، دنیا کا یہ سارا نظام اللہ کے نام سے چل رہا ہے، جب اللہ کا نام لینے والا نہیں ہوگا، تو یہ دنیا بھی قائم نہیں رہے گی، ہم کو یہ فکر کرنی چاہئے کہ اللہ کے نام لینے والے یہ حضرات پیدا ہوتے رہیں، یہ میدان آج کے نوجوانوں کے لیے کھلا ہوا ہے، قاری امیر حسن انہیں مثالی شخصیتوں میں تھے، جن کی تقلید کی ضرورت ہے، یہ جلسہ کوئی رسمی جلسہ نہیں ہے، بلکہ یہ توجہ دلانا ہے کہ ان سے سیکھا جائے، خاص طور پر طلباء کو ایسی شخصیتوں کو آئیڈیل بنانا چاہئے، انہوں نے جو قربانی دی وہ آخرت میں کام آرہی ہوگی، اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ایسے کام کریں اور لوگوں کو اللہ کے نام سے جوڑیں، آپ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا میں شر کس قدر پھیل گیا ہے اور شر کو دور کرنے والوں کی تعداد کم ہوتی جارہی ہے، اس خلا کو پر کرنے کی ضرورت ہے، اس لئے آپ اس کے لئے کھڑے ہوں اور دین کی خدمت انجام دیں۔

قاری صاحب پہلے مشہور بزرگ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت وصحبت میں رہے، پھر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے وابستہ ہوئے اور مظاہر العلوم میں ان سے حدیث کا درس بھی لیا، آخر میں حضرت مولانا شاہ ابرارالحق حقیؒ کے ساتھ پوری زندگی لگادی اور ان سب کا اعتماد حاصل کیا، رمضان کے ایام میل وشارم (مدراس) میں رہ کر گذارتے، جہاں ان سے فیض اٹھانے کے لیے خلقت اکٹھا ہوتی تھی، آج صبح یہ سلسلہ بند ہوگیا اور جو فیض ان کے ذریعہ عام ہورہا تھا وہ رک گیا، ان کو بہترین خراج عقیدت یہ ہے کہ ان کی خوبیوں کو ہم آپ اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول سب سے بڑی فکر ہو، اس کے لیے قربانی، مجاہدے اور نفس کو دبانے کی ضرورت پڑتی ہے، قاری صاحب کا یہی امتیاز تھا۔

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کہا کہ مولانا قاری امیر حسن کی بڑی خصوصیت اخلاص اور تواضع تھی، ان کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ اللہ کا کوئی بندہ اتنا متواضع بھی ہوسکتا ہے، ان کی صحبت میں بیٹھ کر طبیعت کو سکون ملتا تھا، وہ ایسی شخصیت تھے کہ جن کو نمونہ بنانے اوران کی صفات وخصوصیات کو اپنانے کی ضرورت ہے، اللہ نے ان کو بڑی محبوبیت عطا فرمائی تھی اوران کے اندر ربانیت وولایت کی خصوصیات رکھی تھیں، ہمیں بھی ربانیت اور ولایت کی باتوں کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ ہم اللہ کی مرضی کے کام کریں اور دنیا وآخرت میں اس کی رضا کے مستحق قرار پائیں، اسی مقصد سے ہم کو دنیا میں بھیجا گیا ہے اور اسی کی ہمیں تعلیم و تلقین کی گئی ہے۔ (جاوید)

☆☆☆☆☆

روداد چمن

تعلیم انسانی زندگی کی علمی، اخلاقی اورنفسیاتی تشکیل کرتی ہے

مدارس ملحقہ کے دوروزہ فکری وتربیتی اجلاس سے حضرت ناظم ندوۃ العلماء کا بصیرت افروز خطاب

جاوید اختر ندوی

تعلیم کا مسئلہ نہایت اہم ہے، مقاصد کا جب فرق ہوتا ہے تو نتائج میں بھی تبدیلی آجاتی ہے، عام انسانوں نے مغرب کے طرز پر تعلیم کو صرف معاش سے جوڑدیا، جس کے نتیجے میں تعلیم کا فائدہ ہی مفقود ہوگیا، جب کہ ایک مسلمان کے نزدیک تعلیم کا سب سے اعلیٰ مقصد معاد اور خالق کائنات کی رضا کا حصول ہے، دین اسلام میں علم کا مقصد یہ ہے کہ انسان کی علمی، اخلاقی، نفسیاتی اور ذہنی تشکیل کی جائے، اس کو خدا کی معرفت، اس کے احکام پر چلنے اور دوسروں کی رہنمائی کے لئے حاصل کیا جائے، جب اس کو صرف روزی روٹی سے جوڑدیا گیا تو سارے مسائل پیچیدہ ہو گئے اور علم کا معیار واثر محدود ہوکر رہ گیا، اگر مقاصد درست نہ ہوں تو علم فائدہ مند نہیں ہوگا، قرآن کہتا ہے کہ ان لوگوں کی طرح مت بن جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلادیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی ذات کو بھلادیا، اللہ کو بھلانے سے انسان اپنے آپ کو بھلاتا ہے اور اس کو پتہ نہیں چلتا کہ کیا ہمارے لئے مفید ہے اور کیا مضر؟ اگر ہم اللہ کو بھول جائیں گے تو خدا بھی ہم کو بھلادے گا اور ہم خود اپنی ذات سے ناواقف ہوجائیں گے، دنیا کی تعلیم تو قرآن اور اللہ کو بھلادینے والی تعلیم ہے، آج اگر دین کی بات آپ کریں تو لوگ کہیں گے کہ کام کی بات کیجئے، کام کی بات یہ ہے کہ ہم دنیا کی بات کریں، لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ پوری زندگی جسم کی راحت پر صرف ہو، ضرورت ہے کہ تعلیم اور مقاصد تعلیم کو ہم سمجھیں۔

صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ و ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے یہ باتیں شعبہ ملحقہ مدارس، دارالعلوم ندوۃ العلماء کی دعوت پر ہندوستان بھر سے آئے ہوئے دوسو سے زائد ذمہ داران مدارس، معززین شہر اور اساتذہ و طلبائے دارالعلوم کے سامنے کہیں۔

۱۱، ۱۲ فروری ۲۰۱۲ء بروز شنبہ ویکشنبہ مولانا معین اللہ ندوی ہال، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں منعقد ہونے والے اس دوروزہ فکری وتربیتی اجلاس کی افتتاحی نشست سے خطاب کرتے ہوئے مولانا محترم نے اس پر زوردیا کہ آج انسان کا مقصد صرف اور صرف دنیا بن کر رہ گیا ہے، وہ یہ بھول چکا ہے کہ اس کے بعد بھی کوئی زندگی ہے جہاں جاکر سارے کئے کا حساب دینا ہے، اس غفلت کا اثر زندگی کے تمام شعبوں پر پڑرہا ہے، یہاں تک کہ تعلیم وتربیت جیسا مقدس شعبہ بھی اس سے محفوظ نہیں رہا اور یہ واقعہ ہے کہ جب سے علم سیکھنے کا مقصد لوگوں نے صرف دنیا بنالیا ہے تب سے زندگی کے فساد وبگاڑ میں اضافہ ہوگیا ہے اور تعلیم کا مفہوم ومعیار ہی یک لخت کچھ سے کچھ ہوگیا ہے، آج انسان نے تعلیم کے مقصد کو بھلادیا ہے، اللہ تعالیٰ نے جب عقل و علم دیا ہے تو اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور کردار وشخصیت بنانے کی سمت میں اس کا استعمال کیا جائے۔

مولانا مدظلہ نے اپنے وسیع تجربات ومشاہدات کی روشنی میں فرمایا کہ مغربی ممالک اور پوری دنیا کی یہی صورت حال ہے، امریکہ کی پی ایچ ڈی کرنے والی ایک خاتون نے کہا کہ جب سے تعلیم کو معاش کے ساتھ جوڑدیا گیا ہے علم کا معیار گھٹ کر رہ گیا ہے، مغربی نظام تعلیم میں صرف نوکری پیش نظر رہتی ہے، پوری زندگی صرف اس لئے محنت کی جاتی ہے کہ اپنے آپ کو فائدہ پہونچایا جائے اور دوسروں سے کوئی مطلب نہیں، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کو پیدا کیا اور کہا کہ تم علم حاصل کرو تاکہ تم انسان معلوم ہو جانور نہ معلوم ہو، تو تعلیم اس لئے ہے کہ انسان خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گزارے، اس لئے ضرورت ہے کہ تعلیم میں آخرت کو مدنظر رکھیں، ہم اس مختصر سی زندگی کے لئے کتنی محنت کرتے ہیں مگر بڑی زندگی (آخرت) کی کوئی فکر نہیں کرتے۔

جہاں تک مسلمانوں کا مسئلہ ہے تو ان کی تعلیم کا مقصد متعین ہے، ہمارا مقصد یہ ہے کہ انسانیت کی جامع تشکیل کی جائے، انسان کو اللہ رب العزت نے سب سے اعلیٰ وافضل مخلوق بنایا اور دوسری تمام مخلوقات پر اس کو فوقیت دی، اس کا مطلب لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں حالانکہ اسلام نے علم کا مقصد یہ رکھا ہے کہ انسان کی اخلاقی ونفسیاتی تشکیل ہو اور ہر وقت آخرت کی کامیابی پیش نظر رہے۔

آج کے اس جلسہ سے ہمارا یہی پیغام ہے کہ ہم اپنے تعلیمی معیار کو بلند کریں اور اپنے مقاصد کو درست کریں، تحریک ندوۃ العلماء نے آج سے سو سال پیشتر یہی آواز بلند کی تھی کہ دنیا کے حالات میں جو علمی، تمدنی اور ثقافتی تبدیلیاں ہورہی ہیں ان کو سمجھ کر آگے بڑھا جائے، اس لئے اپنے اپنے علاقوں میں آپ حضرات تعلیم اور اس کے مقاصد کو عام کریں اور ان تعلیم گاہوں سے علم، دین، اخلاق اور انسانیت سازی کا کام لیں اور مختلف طریقوں سے اس فکر کو معاشرہ میں عام کرنے کی کوشش کریں۔

افتتاحی خطاب کے بعد "مدارس اسلامیہ-خطرات اور چیلنجز" کے موضوع پر مولانا عزیز الحسن صدیقی ناظم مدرسہ دینیہ غازیپور نے اپنا وقیع ومدلل مقالہ پیش کیا،

مولانا نے مدارس کی تاریخ، کردار کام و مقام پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج مدارس پر ہر ایک کی بری نگاہیں ہیں جو ان کو تمام حقوق سے محروم کر کے مختلف الزامات کے گھیرے میں لاکر ان پر عرصہ حیات تنگ کر دینا چاہتی ہیں، ہمارے ملک ہندوستان میں مفت لازمی تعلیم کو نافذ کیا جارہا ہے، جس کے بعد تعلیم تربیت کا کوئی معنی ہی نہیں رہ جائے گا اور اساتذہ وطلبہ دونوں کا معیار گھٹ جائے گا، ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں بیداری پیدا کی جائے اور مدارس کے وجود کو مستحکم بنایا جائے کہ یہی خیر وفلاح کے سرچشمے ہیں اور یہیں سے انسانیت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ وآدابھا مولانا نذرالحفیظ ندوی ازہری نے "مدارس کے بارے میں میڈیا کا رول اور مدارس کی ذمہ داریاں" کے عنوان سے خطاب کیا۔

مولانا نے مغربی میڈیا، اس کا تاریخی پس منظر، عالم عربی پر مغربی میڈیا کی یورش اور ہندوستانی میڈیا پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۸۹ء میں جب روس نے افغانستان پر حملہ کیا اور ایک اسلامی ملک کو تہس نہس کرنا چاہا، لیکن اس کے برعکس جذبۂ دین و ایمان سے مالا مال کچھ لوگ اٹھے، اس کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور سپر پاور کو زیرو پاور بنادیا تو تمام دنیا میں ہلچل مچ گئی، اسی وقت سے اسلام، مسلمان اور مدارس اسلامیہ کے تعلق سے مغرب کی ریشہ دوانیوں کا آغاز ہوگیا، مغرب کو محسوس ہونے لگا کہ اگر مسلمانوں کے اندر جذبۂ دین وایمان بیدار ہوگیا تو اس کے لئے بڑے خطرات پیدا ہوجائیں گے اور اسرائیل کا وجود ختم ہوجائے گا، اس کے لئے مدارس پر نشانہ سادھا گیا اور بڑی بے شرمی سے یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ مدارس ہی شر وفساد کے ذمہ دار ہیں، یہیں سے اس طرح کے لوگ پیدا ہوتے ہیں اور دنیا کے چپہ چپہ میں اس کو خوب پھیلایا گیا۔

مغرب نے پوری دنیا میں اپنے ذرائع ابلاغ کا بے دریغ استعمال کرتے ہوئے پوری دنیا میں تعلیم کا یہ مقصد عام کیا کہ کسی زاویہ سے نہ معلوم ہو کہ یہ انسان مسلمان ہے، اخلاق وآداب، گفتگو و ملاقات ہر جگہ سے اسلامی شناخت ختم کردی گئی اور تمام اسلامی ممالک کے "وزارۃ التعلیم والتربیۃ" سے 'تربیۃ' کا لفظ ہٹادیا گیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ یہ بھی کہا گیا کہ قرآن سے دین وعقیدہ سے متعلق آیات نصاب تعلیم سے خارج کردی جائیں، اسلامی تاریخ کے بجائے عالمی تاریخ پڑھائی جائے، دینی انسان نہیں بلکہ لادینی انسان تیار کیا جائے تاکہ وہ مذہب وعقیدہ کی بنیاد پر کسی سے عداوت نہ رکھے۔

اس کے بعد دینی کتابوں کے گھنٹے کم کردیئے گئے اور پھر نصاب میں بھی تبدیلی کردی گئی، اس کے لئے مصر اور پاکستان کو تعلیم کو عام کرنے اور روزی روٹی سے جوڑنے کے لئے خطیر رقم مہیا کی گئی۔

مولانا نے ہندوستان کے کئی مدارس کی مثالیں دیتے ہوئے بتایا کہ ان کے تعلق سے غلط رپورٹیں دی گئیں کہ ان مدارس میں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے، وطن مخالف جذبات پیدا کئے جاتے ہیں، مگر جب وہاں جاکر سرکاری افسران نے جائزہ لیا تو حقیقت ہی کچھ اور نظر آئی اور پھر حکومت کو رپورٹ دی کہ یہ مدارس ہمارے ملک ووطن کے لئے خطرہ نہیں بلکہ امن وسلامتی کے پیامبر ہیں، یہی مدارس ہیں جہاں صحیح معنی میں انسانی بھائی چارہ اور اخلاق و کردار کی تعلیم دی جاتی ہے اور بعض برادران وطن نے مدارس کی تعلیم وتربیت سے متاثر ہوکر اپنے بچوں کو مدارس میں داخل کرایا اور کہا کہ اگر واقعی یہی اسلام کی تعلیم ہے اور اسی کی تعلیم ان مدرسوں میں دی جاتی ہے تو ہم اپنے بچوں کو ان ہی مدرسوں میں تعلیم دلائیں گے، انسانیت کی تعلیم تو یہیں ہوتی ہے، آداب واخلاق سے یہیں آراستہ کیا جاتا ہے۔

اس لئے ہم گردوپیش کے ماحول سے واقف رہیں اور دینی مدارس کے پیغام کو عام کریں اور ایسا اسلامی نمونہ پیش کریں کہ وہ لوگوں پر آشکارہ ہوجائے اور وہ خود آکر مدارس میں اس کا مشاہدہ کریں۔

جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ ہائی کورٹ نے "لازمی حق تعلیم ایکٹ-جائزہ اور خطرات" کے موضوع پر بڑی مفید باتیں کہیں، کہا کہ یہ ایکٹ ۲۰۰۹ء میں پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا اور اپریل ۲۰۱۰ء سے اس کا نفاذ کردیا گیا، نفاذ کی مدت تین برس رکھی گئی۔

انہوں نے مختلف شقوں کی تشریح کی مثلاً: ایسی ہر تعلیم گاہ میں پچیس فیصد بچے پڑوس کے لازماً ہوں گے، کوئی بھی طالب علم بارہویں سے پہلے کسی امتحان میں فیل نہیں کیا جاسکتا، وہ اسکول نہ آئے تو پوچھا نہیں جاسکتا، وہ یاد نہ کرے تو اس پر گرفت نہیں کی جاسکتی، ہر بچہ/بچی کو لازماً ایلمنٹری ایجوکیشن حاصل کرنی ہے، اس کی پڑھائی کے لئے نصاب بھی طے ہے، پڑھائی کی جگہ (اسکول) بھی طے ہے، ماسٹر صاحب بھی طے ہیں تو پھر مدرسہ کی تعلیم کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے؟ اور اگر والدین/سرپرستوں نے کسی بچہ/بچی کو مدرسہ میں داخل کر بھی دیا اور معلم نے دینی تعلیم دی تو وہ مجرم ہوں گے، طالب علم کی ایک درخواست پر استاد جیل جائیں گے اور مدرسہ پر جرمانہ ہوگا، اگر والدین نے ایلمنٹری ایجوکیشن حاصل کرنے میں بچوں پر رکاوٹ ڈالی تو وہ بھی مجرم قرار دیئے جائیں گے، ایسے میں "مدرسہ اور مکتب" کا نام لیے بغیر اس کے خاتمہ کا معقول انتظام اس قانون میں موجود ہے۔

اور جب امتحان دیئے بغیر پاس کرنا ہے اور بارہویں کلاس تک ترقی ملتی رہے گی تو پڑھنے، یاد کرنے اور آگے بڑھنے کا جذبہ کس طرح بیدار ہوگا؟ مقابلہ کا مزاج کیسے بنے گا؟ ایسی صورت حال میں بارہویں تک پہنچنے والے طلبہ کی کیسی لیاقت ہوگی؟ سمجھا جاسکتا ہے، اس لئے یہ قانون مدرسہ مخالف، اقلیتی اسکول مخالف

اور معیاری تعلیم مخالف ہے۔

اس لئے دینی مدارس اور عصری اقلیتی اداروں کے ذمہ داران، سیاسی قائدین، دانشوروں اور ملی تنظیموں کو پوری گہرائی کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کرنے اور اس کا تدارک کرنے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ یہ مسلمانوں کی شناخت کے لئے جان لیوا ہے، ہر مسلمان اور ہر ہندوستانی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قانون کے متعلق اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرے اور مرکزی حکومت سے قانون میں مناسب ترمیم کا مطالبہ کرے۔

اس وضاحت کے بعد حضرت صدر بورڈ نے فرمایا کہ یہ ایکٹ ہمارے مدارس کے لئے کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس سلسلہ میں بیداری پیدا کرنے کے لئے ملک کے مختلف حصوں میں میٹنگیں اور جلسے منعقد کررہا ہے اور اس میں ہمارے ساتھ دیگر تعلیمی ادارے اور اسکول و کالجز کے ذمہ داران بھی ہیں کہ یہ ایکٹ کسی کے لئے مناسب نہیں ہے، اہل مدارس کے ساتھ وہ بھی بہت پریشان ہیں، مگر ان کے پاس کوئی ایسی تحریک نہیں ہے اس لئے وہ اپنی آواز دور تک نہیں پہونچا پارہے ہیں، ہمارا بورڈ اس سلسلہ میں سرگرم ہے اور اپنی حد تک پوری کوشش صرف کررہا ہے۔

"مدارس میں ادب عربی اور قواعد ادب عربی کی تدریس-جائزہ اور تجویزیں" پر مولانا علاء الدین ندوی وکیل کلیۃ اللغۃ العربیۃ وآدابھا نے اپنا مقالہ پیش کیا، مولانا نے عربی زبان کی اہمیت، قدر و قیمت، اس سلسلہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی امتیازی خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی، جس میں کہا گیا کہ آج سے ایک صدی پہلے جب کہ ہندوستان میں صرف مصر کا سفارت خانہ تھا اور چہار دانگ عالم میں یہ کوشش چل رہی تھی کہ عامی عربی کو رائج کیا جائے اور کتاب وسنت کی زبان میوزیم کی زینت بنادی جائے، ایسے پرخطر حالات میں تحریک ندوۃ العلماء نے آواز بلند کی کہ عربی زبان کو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے عام کیا جائے، وہ قرآن وسنت کی زبان ہے، اسی میں ہمارا سارا سرمایہ ہے، اس لئے اس کو لکھنے، بولنے اور عام بول چال کی زبان کے طور پر رائج کیا جائے اور پھر اس کے بعد پورے عالم میں ایک لہر دوڑ گئی اور اس آواز کی معنویت کو ہر جگہ تسلیم کیا گیا، عربی زبان میں ایک عالم دین کو اس قدر مہارت تو ہونی ہی چاہئے کہ وہ اس میں لکھ سکے، سمجھ سکے اور اپنے مافی الضمیر کو بخوبی ادا بھی کرسکے۔

مدارس میں رائج عربی زبان کے طریقہائے تعلیم پر بھی مولانا نے روشنی ڈالی اور کچھ مفید تجویزیں بھی پیش کی۔

دوروزہ اجلاس کی یہ پہلی نشست صبح دس بجے حضرت ناظم ندوۃ العلماء کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

دوسری نشست کا انعقاد مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کی صدارت میں ہوا، مولانا نے "اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء" کے موضوع پر تفصیلی خطاب کیا، مولانا نے اپنے جامع خطاب میں اسلامی ثقافت کے وسیع معنی ومفہوم، قرآن وحدیث میں اس کی اہمیت اور ندوۃ العلماء کے کردار کے متعلق سیر حاصل گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ:

اسلامی ثقافت کا سرچشمہ قرآن اور حدیث ہے، حضور اکرم ﷺ نے اسلامی ثقافت کو پوری زندگی میں نہ صرف پیش کیا، بلکہ لوگوں کے سامنے اس کی متنوع صورتوں اور شکلوں کو اجاگر کیا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اسلامی ثقافت کو اپنا جزء زندگی بنالیا اور اس کی تبلیغ و تشریح میں اپنی بے پناہ توانائیاں صرف کیں۔

ایک مسلمان عالم اور داعی کے لئے ایمان و اخلاق کی بنیاد پر زندگی کی عمارت اٹھانے کے بعد علم وثقافت کے میدان میں امتیاز حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اسلامی فکر کی نمائندگی کرسکے، وہ تمام مادی فکروں اور فلسفوں سے واقف ہو، وہ کائناتی علوم کے بارے میں بھی واقفیت رکھتا ہو، وہ مغربی طرز فکر اور مادی نقطۂ نظر کو بھی سمجھتا ہو اور اسکے زندگی پر پڑنے والے نقصان دہ اثرات سے غافل نہ ہو، وہ مادی علوم وافکار اور ثقافت کے نمائندوں سے بھی کسی حد تک باخبر ہو اور اسلام کے لائے ہوئے اصول وعقائد سے اس کے ٹکراؤ کو بھی بخوبی جانتا ہو اور یہ یقین رکھتا ہو کہ اسلامی نظام زندگی، اس کے فلسفۂ حیات وموت، اس کے بنیادی ارکان و عقائد کے مقابل میں مادی نظام زندگی اور اس کا فلسفہ بالکل متضاد کیفیت رکھتا ہے اور ان دونوں طریقہائے زندگی میں اتحاد کا تصور محال ہے۔

مولانا نے مزید کہا کہ اسلامی ثقافت کا ایک وسیع مفہوم ہے، ان تمام ضروری علوم وفنون اور آداب وافکار کا جو ایک عالم دین، ایک داعی اسلام، ایک مربی، ایک استاذ، ایک شیخ اور ایک اسلام کے سچے نمائندے کے لئے ناگزیر ہے، ہماری ثقافت میں اپنے گردوپیش کے واقعات وحالات کا بھی دخل ہونا چاہئے، دنیا میں جو سیاسی، سماجی، تمدنی، اقتصادی، اور نظریاتی حالات موجود ہیں، ان پر ایک حد تک ہماری نظر ہونا ضروری ہے تاکہ ہم کو نتائج کے اخذ کرنے اور اپنی فکر کو پیش کرنے اور اپنے عمل کو بروئے کار لانے میں کسی خاص زحمت وپریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور ہم پوری طرح حالات وواقعات کو سامنے رکھ کر فکر وعمل کی راہیں متعین کرسکیں۔

دوسرے اور آخری دن معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد واضح رشید ندوی نے پہلا خطاب کیا، مولانا نے اپنے مختصر مگر جامع وپرمغز خطاب میں ندوۃ العلماء کے قیام کا پس منظر، اغراض ومقاصد، امتیازات وخصوصیات اور عصر حاضر میں اس کی اہمیت ومعنویت پر بھرپور روشنی ڈالی اور کہا کہ ندوہ کا مقصد قرآن کریم کی آیت: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا

فَرْقَۃٍ مِّنْهُمْ ... إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿ کی روشنی میں تفقہ فی الدین ہے اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے حوالہ سے اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ تفقہ کا مطلب چار چیزیں ہیں:۱۔علم کی تحصیل ۲۔تہذیب ۳۔تحقیق ۴۔اور پھر اس کی تبلیغ۔ندوہ اسی پر کار بند ہے اور اپنے فضلاء سے اسی پر عمل آوری کا تقاضہ کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے جو سند فراغت دی جاتی ہے اس کی پیشانی پر یہ آیت کریمہ تحریر ہوتی ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے پہلے اخلاص اور رضائے الٰہی کو مدنظر رکھتے ہوئے علم حاصل کیا جائے، علم بھی طرح طرح کے ہوتے ہیں اور اس کی بھی قسمیں ہوتی ہیں اس لئے اس کی تہذیب و تنقیح کی جائے اور اس کے لئے مسلسل تحقیق جاری رکھی جائے اور جب علم خالص کتاب وسنت کی روشنی میں حاصل ہو جائے تو اس کو پھیلایا جائے، لوگوں تک پہونچایا جائے اور خوب خوب عام کیا جائے۔

مولانا نے مزید کہا کہ ندوۃ العلماء کی تحریک جس وقت وجود میں آئی، امت اسلامیہ افتراق و انتشار کا شکار تھی اور قدیم وجدید کی کشمکش جاری تھی اور مغرب کی یلغار تھی جو بڑھتی ہی چلی آرہی تھی اور اسلام کے ایک ایک پہلو پر حملہ کررہی تھی، ندوہ نے سب سے پہلے امت کے افتراق وانتشار کو ختم کیا اور مختلف مسالک کے سربرآوردہ افراد کو ایک اسٹیج پر جمع کیا اور مغرب کا منہ توڑ جواب دیا، اگر ندوہ کی تحریک نہ ہوتی تو لوگ مغرب کو نہ سمجھ پاتے۔

اس لئے آپ حضرات خود اس سے واقف رہیں اور طلباء کو بھی اس سے واقف کراتے رہیں کہ حالات کے مزاج کو پہچاننا، دین وشریعت کے تعلق سے اس کے فتنوں کو بھانپنا اور اس کا مناسب جواب دینا ندوہ کا اصل مقصد ہے اور اس باب میں ندوی فضلاء کے خدمات روشن ہیں، آپ آگے بڑھئے ترقی کیجئے اور ندوہ کی فکر کو لوگوں تک خوب خوب پہونچایئے۔

عمید کلیۃ الدعوۃ والاعلام مولانا سید سلمان حسینی ندوی کا خطاب ”بنیادی دینی تعلیم۔حالات اور ضرورتیں“ کے عنوان پر ہوا، مولانا نے علم کی تعریف، اس کے مقاصد اور نبی کریم ﷺ کے دور سے لے کر آج تک اس کے اندر کی تقسیم اور ملک ہندوستان میں علم اور مدارس اسلامیہ کی صورت حال پر اپنے طویل خطاب میں کہا کہ ہندوستانی حکومت نے آج لازمی حق تعلیم کی بات کہی ہے کہ ہر فرد پر تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے، اسلام کے آخری نبی ﷺ نے تو آج سے صدیوں پہلے اس کا اعلان کردیا تھا کہ ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے، علم سے مراد وہ ضروری علم ہے جس کی روشنی میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والا انسان اپنے خالق ومالک کی مرضی کے مطابق زندگی گزار سکے، اس لئے بچوں کو پہلے قرآن کی تعلیم دی جائے پھر ان اخلاقیات کی تعلیم دینی چاہئے جن کے ذریعہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی تربیت کی تھی، اس لئے کہ یہ تعلیم اخلاق سنوارنے کی تعلیم دیتی ہے اور سرکاری اسکولوں کی تعلیم غیر اخلاقی چیزوں پر ابھارتی ہے۔

لازمی حق تعلیم کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ یہ ایک دیومالائی قانون ہے جس کے ذریعہ ہمارے مدارس ومکاتب کو بند کرنے کی ایک منظم سازش ہے، اس کے پیچھے اصلاً صیہونی طاقتیں کام کررہی ہیں، اس کے خلاف ہمیں اٹھ کھڑے ہونے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارے بچوں کا ایمان وعقیدہ محفوظ رہے۔

مولانا نے علماء کی ذمہ داری اور مدارس کے کام ومقام پر بھی روشنی ڈالی اور کہا کہ مدارس انسانیت کی تعلیم دیتے ہیں، یہاں سے وہ افراد نکلتے ہیں جو زندگی کے تمام شعبوں میں کام کرنے والے اشخاص وافراد کی رہبری کا فریضہ انجام دیتے ہیں، اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پیغام کو عام کریں۔

”دور حاضر کی باطل تحریکات اور مدارس کی ذمہ داریاں“ کے موضوع پر مولانا سید عنایت اللہ ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء کا خطاب ہوا، مولانا نے عالم اسلام خصوصاً ملک ہندوستان کے اندر پیدا ہونے والی باطل تحریکات کا جائزہ اپنے مقالے میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہر مدرسہ کے اندر ایک شعبہ دعوت وارشاد کا ہونا چاہئے جہاں سے دین کے اندر نقب لگانے والی تحریکات کا بروقت مقابلہ کیا جاسکے اور طلبائے علوم نبوت کو شروع ہی سے اس کی تربیت دی جائے، یہ ایسا کام ہے جو ہر مدرسہ کے اولین مقاصد میں ہونا چاہئے، ندوۃ العلماء کے مقاصد میں یہ اہم کام ہے اور اس کے معماروں نے ہر دور میں اس فریضہ کو بخوبی انجام دیا، مولانا محمد علی مونگیریؒ، علامہ شبلی نعمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے کارنامے اس باب میں عیاں ہیں اور آج بھی پورے توجہ کے ساتھ یہ شعبہ ندوہ میں کام کررہا ہے۔

اس لئے آپ حضرات اپنے علاقوں میں ان تحریکات پر نظر رکھیں اور اس کے فتنے سے عوام الناس کو واقف کراتے رہیں، ندوۃ العلماء کے شعبۂ دعوت وارشاد سے اس سلسلہ میں رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

شعبہ مدارس ملحقہ کے ذمہ دار مولانا کفیل احمد ندوی کا خطاب ”تعلیمی ودعوتی میدان میں مدارس ملحقہ اور ان کے اساتذہ کی ذمہ داریاں“ پر ہوا، مولانا نے کہا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے آپ کے الحاق کے یہ معنی ہیں کہ اس عظیم ادارہ کے بانیوں اور اس کے ذمہ داران و منتظمین کے افکار و خیالات سے نہ صرف آپ کو اتفاق ہے، بلکہ آپ ان افکار ومقاصد کے داعی وامین ہیں، الحاق کا مفہوم صرف یہ نہیں کہ آپ یہاں کے منہج درس کو اپنے مدرسوں میں نافذ کریں، بلکہ الحاق کا تصور

اس سے عظیم تر اور ہمہ گیر وہمہ جہت ہے، الحاق ایک طرح سے معاہدہ ہے کہ آپ کے ادارہ نے فکری، تعلیمی، تربیتی ہر اعتبار سے ندوۃ العلماء کے تخیل کو اپنے اندر جذب کرلیا ہے اور آپ کے ادارہ نے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کا ہر قدم ندوۃ العلماء کے نصب العین اور اغراض ومقاصد کے مطابق ہوگا۔

اور کہا کہ ندوہ کے جو مقاصد ہیں آج ان کی اہمیت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے، اس لئے ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اس طرف پورے لگن اور محنت کے ساتھ توجہ دیں اور لوگوں کی رہنمائی کریں۔

استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی کا خطاب ”ذمہ داران مدارس سے چند گذارشات“ کے موضوع پر ہوا، مولانا نے عالم اسلام اور خصوصاً ہندوستان کے مدارس دینیہ اور آزادی سے قبل اور بعد کے حالات پر بزرگان دین کے حالات وواقعات کی روشنی میں کہا کہ آج حالات ہمارے لئے کہیں بہتر ہیں، جب یہ مدارس ہمارے بزرگوں نے قائم کئے تھے، ان کے سامنے آج سے زیادہ چیلنجز تھے اور حالات آج سے زیادہ سخت تھے، مگر انہوں نے حالات کا بہانہ نہیں کیا بلکہ کام کرتے رہے، تو آج بھی وہ سب کام ہم کرسکتے ہیں بس شرط یہ ہے کہ ہماری نیت خالص، جذبہ صادق اور دل کا قبلہ درست ہو۔

مولانا نے مزید کہا کہ جو کام اخلاص اور رضائے الٰہی کی نیت سے شروع کیا جاتا ہے، غیب سے مدد ہوتی ہے، خود ندوہ کی مثال لے لیجئے، اس کے دارالعلوم کا آغاز کس قدر بے سروسامانی کے عالم میں ہوا تھا، مگر ان مخلص بندوں کے اخلاص کے نتیجہ میں آج اس کی ظاہری ومعنوی وسعت وافادیت کا اندازہ کوئی لگا سکتا ہے، درخت ہمارے بزرگوں نے لگایا اور پھل آج ہم کھا رہے ہیں، کام میں اخلاص، جذبہ ومقصدیت سے عشق اور عزم راسخ ہو تو راستے خود بخود کھلتے جاتے ہیں، صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کی زندگیوں سے یہی درس ملتا ہے۔

آخری دن کی اختتامی نشست میں ”موجودہ حالات میں مدارس اسلامیہ کی ذمہ داریاں“ کے موضوع پر استاد حدیث ومشرف اعلیٰ اروقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری نے مختصر خطاب کرتے ہوئے ذمہ داران مدارس کی توجہ طلبہ کی تعلیم وتربیت اور علمی واخلاقی اصلاح کی طرف مبذول کراتے ہوئے کہا کہ ملحقہ مدارس ہی بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، ندوہ میں آکر طالبعلم ایک یا دو سال کے بعد فارغ ہوکر چلا جاتا ہے اور وہ داخل ہونے کے بعد یہاں کے ماحول ومزاج سے صحیح طور پر واقف بھی نہیں ہو پاتا کہ صدائے رحیل آنے لگتی ہے، اس لئے ملحقہ مدارس کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے، وہ اپنے اداروں میں بنیادی تعلیمی صلاحیت کی طرف خاطر خواہ توجہ دیں اور دارالعلوم کے مزاج ومنہاج کے مطابق اپنا فریضہ انجام دیں۔

مولانا نے اس تعلق سے طلبہ کو علامہ سید سلیمان ندویؒ کی نصیحت بھی پڑھ کر سنائی کہ وہ ہر طرح کی مشغولیات سے کٹ کر صرف اور صرف اپنی تعلیم وتربیت پر دھیان دیں اور کسی تحریک وتنظیم سے دوران طالب علمی کسی طرح کا تعلق نہ رکھیں۔

جناب ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی سابق لکچرر ممتاز ڈگری کالج لکھنؤ نے بڑا موثر خطاب کیا اور کہا کہ مدارس اس امت کے لئے ماں کی گود کی حیثیت رکھتے ہیں جہاں خام مال کو تیار کیا جاتا ہے اور اس کو زندگی کے میدان میں کھرا کرکے بھیجا جاتا ہے اور وہ مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں، مدارس پر جو اعتراضات کئے جارہے ہیں، سب بے بنیاد ہیں اگر یہ لوگ مدارس کا جائزہ لیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ صحیح معنی میں یہ مدارس ہی انسانیت کے معمار تیار کرتے ہیں۔

انہوں نے ملک وملت کے تئیں حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی زندگی کے مختلف واقعات و حالات بیان کئے اور ملت اسلامیہ کی حضرت مولاناؒ نے کس طرح قیادت کی، اس کے کئی نمونے بھی پیش کئے اور کہا کہ حضرت مولاناؒ دین وعقیدہ کے سلسلہ میں ادنیٰ مصالحت کے قائل نہیں تھے، وہ بڑے ہی محب وطن اور ملک کے وفادار شہری تھے، انہوں نے کہا تھا کہ اگر سارا ہندوستان ملک کے دستور سے بیزار ہو جائے گا تو یہاں کا مسلمان اس کی عظمت کو باقی رکھے گا، مدارس کے تعلق سے کہا کہ یہ مدارس حکومت کے خلاف کام نہیں کررہے ہیں بلکہ خود سارا خرچ اٹھا کر تعلیم کو عام کرنے میں حکومت کا تعاون کررہے ہیں، اس پر تو حکومت کو ان مدارس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔

اس نشست سے استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا عبدالقادر ندوی گجراتی نے بھی خطاب کیا اور کہا کہ ہمارے پاس امت کے بچوں کی بہترین عمریں ہوتی ہیں، اس لئے ہمیں ان کی تعلیم و تربیت پر پوری امانت کے ساتھ توجہ دینی چاہئے کہ وہ آگے چل کر معاشرہ کے ترجمان بن سکیں۔

ہندوستان کے چپہ چپہ میں ۲۲۴ کی تعداد میں پھیلے ہوئے دارالعلوم کے ملحقہ مدارس کے ذمہ داران نے اپنے تاثرات بھی بیان کئے اور اس علمی و تربیتی پروگرام کو سراہا، بعض نے اچھے مشورے بھی دیئے اور کہا کہ آج مدارس اسلامیہ پر جس طرح کے حملے ہو رہے ہیں، ان خطرات کو سمجھنے اور ان کے تدارک کے سلسلہ میں یہ علمی وتربیتی پروگرام نہایت مفید ذریعہ ہے، ضرورت ہے کہ یہ آواز دور دور تک پہونچائی جائے، بیداری پیدا کی جائے اور بتایا جائے کہ مدارس ہی درحقیقت خیر وفلاح، انسانی ہمدردی وغمگساری اور اخلاق وکردار سازی کے مراکز ہیں۔ اس سے ہمارے اندر مقصدیت، نئی روح اور لگن پیدا ہوتی ہے اور اپنا رشتہ مرکز سے استوار رکھنے اور شجر علم وعمل سے پیوستہ رہ کر امید بہار رکھنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆

Complet Family Footwear
Royal
King Footcare
RED CHIF, WOODLAND, SPARX
Tel. : 0522-3067961
Mobile : 9935719012
Akbari Gate
SS Plaza, Sec-1, L.D.A. Colony, Aashiana,
Near Vishal Mega Mart, Lko.
H.I.G.-3, Sector-A, Ram Ram Bank, Aliganj
B-5, Basement, Arif Chamber-1 Aliganj
Arif Chamber-1, Kapoorthala Aliganj

ماہ مبارک کی عبادت مبارک مبارک!
روز عید کی مسرت مبارک مبارک!
پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER & DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

CAFE FIRDOS
فردوس کیفے
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

Phone: 0522-3058047
ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلی کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ
menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)
Phone : 0522-2741231

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)
فون نمبر: ۰۵۲۲-۲۷۴۱۲۳۱

Date ________ باسمہ تعالیٰ تاریخ ________

اہل خیر حضرات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دار العلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے، طالبان علوم دین کی کثرت کی وجہ سے دار العلوم میں طلباء کی رہائش کا بڑا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے سال گزشتہ داخلے محدود کرنے پڑے اور جدید طلباء کی ایک بڑی تعداد مایوس ہوکر واپس ہوگئی، اس صورت حال کو دیکھ کر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے جدید دار الاقامہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرادی گئی ہے۔

اس جدید دار الاقامہ میں جو تین منزلہ ہوگی ساٹھ کمرے اور تین ہال ہوں گے تاکہ طلباء کی رہائش کے ساتھ دیگر تعلیمی مصروفیات کی تکمیل ہوسکے۔

اس تعمیر پر مبلغ -/2,35,00000 (دو کروڑ ۳۵ لاکھ) روپے اور ایک کمرہ پر تقریباً چار لاکھ روپے کے خرچ کا تخمینہ ہے جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا، ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ طلباء علم دین دلجمعی کے ساتھ حاصل کرسکیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہنچے گا۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز.

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی	(مولانا) محمد واضح رشید ندوی	(پروفیسر) اطہر حسین خالدی	(مولانا) سعید الرحمن اعظمی ندوی	(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء	معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء	ناظر عام ندوۃ العلماء

نوٹ: چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں: **NADWATUL ULAMA**

A/C NO. 10863759733 (State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
P.O. BOX NO. 93, TAGORE MARG,
LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27
Vol. No. 49 Issue No.08

Fortnightly

TAMEER-E-HAYAT

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

25 Februaury, 2012

Almas™
Lucknowi Libas

Classic Chikan Garment

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
لکھنؤ چکن ملبوسات کا قابل اعتماد نام

الماس
لکھنوی لباس

ہر موسم کے لئے زنانہ، مردانہ چکن گارمنٹس کا شاندار ذخیرہ
تھوک و پھٹکر

House of Chikan Garment, Designer Collection, Ladies Top & Kurtie, Saree, Dress Material, Shawl Pashmina Scarves, Gents Kurta, Sherwani Girls & Boys Dress. . . .

ALMAS COTTAGE INDUSTRIES
Manufacturer, Exporter, Whole Seller & Retailer
SHOWROOM: Regency Awadh Bldg., Chowk, Gol Darwaza, Opp. Lohiya Park, Lucknow - 226003 U.P. (INDIA)
Tel.: 0522-4025367, 3235335 Email: almaslucknowilibas@gmail.com

FACTORY: ALMAS HOUSE, Plot No. 140-143, New Friends Colony, Sector-6, Janki Puram Ext.,.Lucknow - 226024 INDIA

Quba Awning
Demo Tent And Awining
ایم۔ کے۔ملک

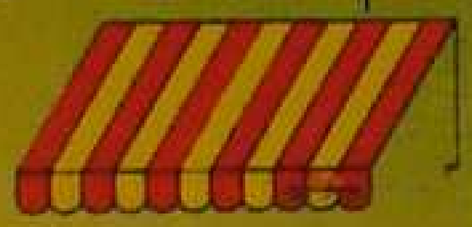

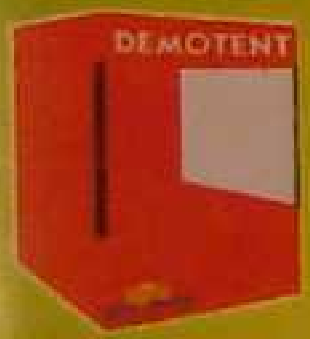

قبا اوننگ
مینوفیکچررس

ٹیرس اوننگ ۔ ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ ۔ لان اوننگ ۔ ڈیموٹینٹ

چندراول، (نزد سی آر پی ایف سینٹر) سروجنی نگر، لکھنؤ
Chandrawal (Near C.R.P.F. Group Center) Sarojni Nagar, Lucknow
Tel : (W)0522-2817758 (W)0522-2817759 - 0522-3211701
Mob. 9335236026 - 9839095795 - E-mail: qubaawningup@yahoo.com

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ
خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر،
فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب،
عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ
کی ایک قابل اعتماد دوکان
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ
اظہارسن پرفیومرس
اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS
H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell 91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Editor Shamsul Haq Nadwi, Printed & Published by Athar Husain
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 8953394667 - 7860632916